ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

41

www.tanzeem.org

22 تا 28 اکتوبر 2013ء/16 تا 22 ذوالحجہ 1434ھ

اس شمارے میں

اس درد کی کوئی دوا بھی ہے؟

انقلابی تربیت کا نبویؐ منہاج

سرگوشیاں شیطان کی حرکت ہیں

کیا کسی اور تباہی کی ضرورت ہے ابھی؟

سزائے موت کے قانون کی معطّلی

اسلامی انقلاب کے لیے احتجاجی تحریک : ایک اہم بحث

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسلام کی انقلابی دعوت کا اثر

اسلام کی انقلابی دعوت سے پہلے دُنیا پر جاہلیت کی کارفرمائی تھی۔ اس کا ضمیر متعفن تھا اور رُوح بدبُودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم اور غلامی کا دَور دورہ تھا۔ فاجرانہ خوش حالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دُنیا کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ اس پر کفر و گمراہی کے تاریک اور دبیز پردے پڑے ہوئے تھے، حالانکہ آسمانی مذاہب وادیان موجود تھے مگر ان میں تحریف نے جگہ پالی تھی اور ضُعف سرایت کر گیا تھا۔ اُن کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان و بے رُوح قسم کے جامد رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔

جب اس دعوت نے انسانی زندگی پر اپنا اثر دکھایا تو روحِ انسان کو وہم و خرافات، بندگی و غلامی، فساد و تعفن اور گندگی و انارکی سے نجات دلائی اور معاشرۂ انسانی کو ظلم و طغیان، پراگندگی و بربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کے استبداد اور کاہنوں کے رسوا کن تسلّط سے چھٹکارا دلایا اور دُنیا کو عفّت و نظافت، ایجادات و تعمیر، آزادی و تجدّد، معرفت و یقین، وثوق و ایمان، عدالت و کرامت اور عمل کی بُنیادوں پر زندگی کی بالیدگی، حیات کی ترقی اور حقدار کی حق رسائی کے لیے تعمیر کیا۔ غرض اس دعوت کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت اور اجتماعی عدل وجود میں آ گیا، اور نوعِ انسانی کو دُنیاوی مسائل اور اُخروی معاملات میں سعادت کی راہ مل گئی۔

ان تبدیلیوں کی بدولت جزیرۃ العرب نے ایک ایسی بابرکت اٹھان کا مشاہدہ کیا جس کی نظیر انسانی وجود کے کسی دَور میں نہیں دیکھی گئی اور اس جزیرے کی تاریخ اپنی عمر کے ان یگانۂ روزگار ایّام میں اس طرح جگمگائی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں جگمگائی تھی۔

الرّحیق المختوم

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری

الھدیٰ (583)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورَۃ اِبْرٰھِیْم

(آیات:47،46)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَدۡ مَکَرُوۡا مَکۡرَہُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰہِ مَکۡرُہُمۡ ؕ وَاِنۡ کَانَ مَکۡرُہُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡہُ الۡجِبَالُ ۝ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ مُخۡلِفَ وَعۡدِہٖ رُسُلَہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ۝

آیت ۴۶ ﴿وَقَدۡ مَکَرُوۡا مَکۡرَہُمۡ﴾ ’’اور انہوں نے اپنی سی چالیں چلیں‘‘

اے قریش مکہ! جس طرح آج تم ہمارے نبی ﷺ کے خلاف اپنی چالیں چل رہے ہو‘ اسی طرح تم سے پہلے والے لوگوں نے بھی کچھ کمی نہیں کی تھی۔ جہاں تک ان کا بس چلا تھا انہوں نے اپنی چالیں چلی تھیں۔ قومِ نوحؑ‘ قومِ ہودؑ‘ قومِ صالحؑ اور قومِ لوطؑ کے سرداروں نے اپنے رسولوں کے خلاف جو کچھ کیا اور جو کچھ کہا اس کی تفصیلات ہم تمہیں سنا چکے ہیں۔ اور قومِ شعیبؑ کے سرداروں کی مجبوری کا ذکر بھی ہم کر چکے ہیں جو تم لوگوں کی مجبوری سے ملتی جلتی تھی۔ یعنی ان کا بے چارگی سے یہ کہنا کہ اگر تمہارا قبیلہ تمہاری پشت پر نہ ہوتا تو ہم اب تک تمہیں سنگسار کر چکے ہوتے۔ چنانچہ ہمارے لیے اور ہمارے نبی ﷺ کے لیے تمہاری یہ چالیں‘ یہ سازشیں اور یہ ریشہ دوانیاں کوئی انہونی نہیں ہیں۔ البتہ تم لوگ اپنی پیشرو اقوام کے واقعات کے آئینے میں اپنے مستقبل اور انجام کی جھلک دیکھنا چاہو تو صاف دیکھ سکتے ہو۔ تم لوگ اندازہ کر سکتے ہو کہ تم سے پہلے ان مشرکین حق کی چالیں کس حد تک کامیاب ہوئیں اور تم تجزیہ کر سکتے ہو کہ ہر بار حق و باطل کی کش مکش کا آخری نتیجہ کیا نکلا۔

﴿وَعِنۡدَ اللّٰہِ مَکۡرُہُمۡ ؕ وَاِنۡ کَانَ مَکۡرُہُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡہُ الۡجِبَالُ ﴿۴۶﴾﴾ ’’اور اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اُن کی تمام چالیں۔ اور ان کی چالیں ایسی تو نہ تھیں کہ اُن سے پہاڑ ٹل جاتے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ان کی تمام چالوں کا احاطہ کیے ہوئے تھا اور یہ ممکن نہیں تھا کہ اللہ کی مرضی اور مشیت کے خلاف ان کا کوئی منصوبہ کامیاب ہو جاتا۔ بہر حال ان کی چالیں اور منصوبہ بندیاں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ ایسی نہیں تھیں کہ اُن کے سبب پہاڑ اپنی جگہ بدلنے پر مجبور ہو جاتے۔

آیت ۴۷ ﴿فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ مُخۡلِفَ وَعۡدِہٖ رُسُلَہٗ ؕ﴾ ’’تو آپ یہ مت سمجھیں کہ اللہ اپنے اس وعدے کے خلاف کرے گا جو اُس نے اپنے رسولوں سے کیا۔‘‘

یہاں پر رسول کے بجائے رُسل جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے‘ یعنی تمام رسولوں کے ساتھ اللہ کا یہ مستقل وعدہ رہا کہ تمہاری مدد کی جائے گی اور آخری کامیابی تمہاری ہی ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ المجادلہ کی آیت ۲۱ میں فرمایا گیا: ﴿کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ ؕ﴾ یعنی اللہ نے طے کیا ہوا ہے‘ لکھ کر رکھا ہوا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آ کر رہیں گے۔ درمیان میں کچھ اونچ نیچ ہوگی‘ تکلیفیں بھی آئیں گی‘ آزمائشوں کا سامنا بھی کرنا ہوگا‘ مگر فتح ہمیشہ حزب اللہ ہی کی ہوگی۔ آزمائشوں کے ان مراحل کے بارے میں سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾﴾

’’اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مال اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے‘ تو آپؐ صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیں۔‘‘

اس کے بعد سورۃ البقرۃ میں ہی فرمایا:

﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ مَسَّتۡہُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰی یَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ ﴿۲۱۴﴾﴾

’’کیا تم سمجھتے ہو کہ یوں ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں جیسی (مشکلات) تو پیش آئی ہی نہیں۔ اُن کو تو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں پہنچی تھیں اور وہ ہلا ڈالے گئے تھے‘ یہاں تک کہ پیغمبر اور اُن کے ساتھ جو مؤمنین تھے سب پکار اٹھے کہ کب آئے گی اللہ کی مدد‘ آگاہ ہو جاؤ! اللہ کی مدد قریب ہے۔‘‘

بہر حال اللہ تعالیٰ کا اپنے رسولوں سے یہ پختہ وعدہ رہا ہے کہ حق و باطل کی اس کش مکش میں بالآخر فتح انہی کی ہوگی اور انہیں جھٹلانے والوں کو اُن کے سامنے سزا دی جائے گی۔ یہ ساری باتیں تفصیل سے قرآن میں بیان کی جا چکی ہیں تاکہ ان لوگوں کو کوئی شک نہ رہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴۷﴾﴾ ’’یقیناً اللہ زبردست ہے انتقام لینے والا۔‘‘

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

بانی: اقتدار احمد مرحوم

22 تا 28 اکتوبر 2013ء — جلد 22
16 تا 22 ذوالحجہ 1434ھ — شمارہ 41

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادارِیہ

فرقان دانش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِس درد کی کوئی دوا بھی ہے؟

عیدالاضحیٰ کے خوشیوں سے بھرپور اسلامی تہوار سے ذرا پہلے ستمبر کا مہینہ پاکستان کے لیے ستم گر ثابت ہوا ہے۔ ماضی میں ماہ ستمبر کے دوران ایسے حادثات پیش آتے رہے ہیں جن کے باعث پاکستان کو بڑے بُرے دن دیکھنا پڑے۔ وطن عزیز جو پہلے ہی مسائل کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، اس ماہ میں کچھ ایسے حادثات رونما ہوئے ہیں جو ''مرے کو مارے شاہ مدار'' کے مصداق لہولہو پاکستان کی کمر توڑنے کے مترادف ہیں۔ پشاور میں ایک ہفتے کے دوران یکے بعد دیگرے دہشت گردی کی خوفناک وارداتوں میں مرنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی ہے۔ بلوچستان کے اضلاع کیچ اور آواران میں بھی اُوپر تلے دو بڑے زلزلوں نے بستیوں کی بستیاں اُجاڑ ڈالیں اور آفٹر شاکس کا سلسلہ بھی بعد میں کئی روز جاری رہا۔ ان واقعات نے پاکستانیوں کو جو پہلے ہی مسائل کی وجہ سے نڈھال ہیں، خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دیا۔ اگر پاکستان کو درپیش مسائل مہنگائی، بے روزگاری، بدامنی، بے یقینی، بھوک، افلاس، لوڈشیڈنگ، خودکشیاں، کرپشن، بیرونی قرضوں کا بوجھ، ڈرون حملوں اور جنسی درندگی وغیرہ کی صرف فہرست ہی مرتب کی جائے تو ان سطور میں کچھ تحریر کرنے کی گنجائش نہ رہے گی۔ اس پر مستزاد ازلی دشمن بھارت کی طرف سے پاکستان پر الزامات کی بوچھاڑ اور سازشوں کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ ہم بند گلی میں داخل ہو گئے ہیں اور ان مسائل سے نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

ان حالات میں بھی پریشانی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ پاکستان تاریخ کے گھمبیر ترین مسائل میں گھرا ہوا ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قوم ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں۔ لوگ ٹک ٹک دیدم کی مثال بنے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ بے بسی نہیں بلکہ بے حسی ہے جو کسی قوم کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہماری حالت ایسے تماش بین کی ہوگئی ہے جو کسی فلم میں دردناک مناظر دیکھ کر کچھ دیر کے لیے آبدیدہ ہو جاتا ہے اور باہر نکلتے ہی سب کچھ بھول بھال کر اپنے معمولات میں مگن ہو جاتا ہے۔ یہ صورتِ حال انتہائی خطرناک ہے۔ ملک وملت کو اتنا خطرہ بیرونی اور اندرونی دشمن کی سازشوں سے نہیں، جتنا ہماری اس کیفیت سے ہوسکتا ہے۔ افسوس قوم کے چند گنے چنے افراد کے سوا قوم کی اکثریت اس بات کے ادراک سے بھی عاری ہو چکی ہے۔ کیا ہم کسی معجزے کا انتظار کر رہے ہیں یا ہمیں موجودہ حکمرانوں سے کوئی اُمید ہے کہ وہ ہمیں ان مسائل سے نکال سکتے ہیں۔

وزیراعظم نے ٹی وی پر قوم سے جو پہلا خطاب کیا تھا، اس میں ان کی باڈی لینگویج اور چہرے کے تاثرات سے پریشانی اور مایوسی صاف ظاہر تھی۔ وہ بھی ان مسائل کو دیکھ کر شاید یہ محسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے کس اوکھلی میں سر دے دیا ہے۔ پاکستان کو درپیش مسائل کی سنگینی کا یہ مطلب نہیں کہ ملک کو ان مسائل سے نکالا نہیں جا سکتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ بیرونی قوتیں جنھوں نے پاکستان کو اس حال تک پہنچایا ہے وہ نہیں چاہتیں کہ ملک کی حالت بہتر ہو۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ان قوتوں کے دباؤ سے نکلنے کے لیے جس جرأت کی ضرورت ہے ہمارے حکمران اس سے محروم ہیں۔ بلاشبہ مایوسی کے ان اندھیاروں میں حال ہی میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے وزیراعظم کے خطاب کو اُمید کی موہوم سی کرن قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ اپنے خطاب میں میاں نواز شریف نے اقوام عالم پر واضح کیا کہ اسلام ایک پُرامن دین ہے اور اسلام کا کسی نوعیت کی دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ اگرچہ اُن کی یہ بات محلِ نظر ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ

بین الاقوامی قانون کے مطابق لڑی جائے، اس لئے کہ دہشت گردی جس کا دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے فی الواقع دہشت گردی نہیں، اسلام کے غلبہ کے لئے وہ کوشش ہے جو اسلامی دنیا میں مختلف انداز سے جاری ہے اور امریکہ اور اُس کے اتحادی بہرصورت اس کا راستہ روکنے پر مصر ہیں۔ انہوں نے پاکستان کی خودمختاری کو پامال کرنے والے ڈرون حملے بند کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔ ان سطور کی اشاعت تک وہ اوباما سے اپنی ملاقات میں ایک مرتبہ پھر یہ مطالبہ دہرا چکے ہوں گے۔ ایک طرف وزیراعظم نے جنرل اسمبلی سے خطاب میں جرأت مندانہ انداز اختیار کیا جبکہ دوسری طرف حال یہ ہے کہ امریکی صدر کے ساتھ فوٹو سیشن نہ ہونے پر بے قراری دیدنی تھی۔ جس جرأت کی بات ہم کر رہے ہیں وہ صرف قوتِ ایمانی کی بدولت ہی حاصل ہوتی ہے۔ بارگاہ الٰہی میں ایک سجدہ ہی انسان کو وہ قوت عطا کرتا ہے جو اُسے باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے کی جرأت عطا کرتا ہے۔ ہم وزیراعظم کی خدمت میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امریکہ کی جنگ سے علیحدگی اختیار کیے بغیر ڈرون حملے بند کرنے کی باتیں قوم اور اپنے آپ کو دھوکا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ جس طرح صرف ''امن کی آشا'' سے امن قائم نہیں ہوسکتا، اسی طرح صرف مطالبوں سے ڈرون حملے بند نہیں ہوسکتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حکمرانوں کو جرأتِ ایمانی حاصل ہونے سے ہمارے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔ بلاشبہ اگر ایسا ہوجائے تو پاکستان کی کشتی بھنور سے نکل سکتی ہے۔ آپؐ کے فرمان عالی شان'' (جیسے) تمہارے اعمال (ہوں گے ویسے) ہی تمہارے حکمران ہوں گے۔'' کی رُو سے حکمرانوں کو یہ دولت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب قوم بھی اس نعمت سے بہرہ ور ہو۔ قرآن میں اللہ رب العزت نے واضح کردیا ہے۔ کہ (ترجمہ): ''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے، تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔'' گویا یہ سب ہمارا اپنا کیا دھرا ہے۔ جس طرح یہ مسائل ہمارے اعمال کا نتیجہ ہیں، اسی طرح اس درد کی دوا بھی ہمارے پاس ہے۔ وہ دوا کیا ہے؟ اس کا نسخہ حاصل تمنائی نے اپنے اس قطعے میں بتانے کی کوشش کی ہے۔

ہیں محوِ خوابِ غفلت اس قدر ہم
سبق لیتے نہیں ہیں زلزلوں سے
نہیں ہے قادرِ مطلق سے ناتا
جبھی دوچار ہیں ہم مسئلوں سے

ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے کے دعوے کے باوجود ہم نے اللہ سے اپنا ناتا توڑ رکھا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ ''فعال لما یرید'' ہے، ''علیٰ کل شیءٍ قدیر'' ہے۔ حالات کتنے ہی مایوس کن سہی، لیکن اللہ کے لیے ان کو تبدیل کرنا چنداں مشکل نہیں۔ اللہ تو اپنے بندوں پر اپنی رحمتیں نچھاور کرنے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اللہ کا قانون ہے کہ اگر کوئی اس کی طرف ایک قدم بڑھائے تب اس کی رحمت دوڑ کر آتی ہے۔ ہم اگر اپنے حصے کا کام کردیں یعنی اللہ کی طرف قدم بڑھا دیں تو اس کی تائید و نصرت کے حقدار ہوجائیں گی۔ صرف دعویٔ ایمان یا معجزات کے انتظار سے مشکلات دور نہیں ہوسکتیں۔ خدا اُس قوم کی حالت کبھی نہیں بدلتا، جو خود تبدیلی کے لئے آمادہ نہ ہو۔ انگریزی کا محاورہ ہے: "It is never too late to mend" لہٰذا اب بھی وقت ہے۔ قوم کو ایک بار پھر اپنے اندر تحریک پاکستان کے زمانے والا جذبہ پیدا کر کے ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' کے نعرے کو عملی صورت دینے کے لیے اُٹھ کھڑا ہونا ہوگا۔ اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا اور قوم یونہی کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے خوابِ خرگوش کے مزے لیتی رہی تو ہوسکتا ہے کہ ہمارا مرض قابلِ علاج ہی نہ رہے۔ تشخیص ہوگئی ہے، اب اپنے درد کی دوا ہمیں خود ہی کرنا ہوگی۔

بیابہ مجلس اسرار

انقلابی تربیت کا نبویؐ منہاج

انقلابی تربیت میں پہلی چیز یہ ہے کہ انقلابی فکر متحضر رہے۔ رسول اللہ ﷺ کے انقلابی فکر کا منبع و سرچشمہ قرآن تھا اور اس منہج پر اب جو بھی دعوت اٹھے گی اس کا منبع و سرچشمہ بھی یہی قرآن ہوگا کہ اسے پڑھتے رہو، تاکہ تمہارا فکر تازہ رہے۔ اس کے لئے اجتماعی مذاکرہ بھی کرو۔ مل کر بیٹھو اور قرآن پڑھو' سیکھو اور سکھاؤ۔ اسی سے تمہارا فکر تر و تازہ رہے گا۔

ثانیاً سمع و طاعت ـــــ جس کا سب سے بڑا امتحان یہی تھا کہ چاہے تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تم نے ہاتھ نہیں اٹھانا۔ دیکھئے، ایک شخص کو جب یہ معلوم ہو کہ یہ مجھے ماردیں گے تو وہ desperate ہو کر دو چار کو مار کر ہی مرے گا۔ بلی کو اگر آپ کارنر (Corner) کر لیں اور اسے اندازہ ہو جائے کہ اب میرے لئے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو وہ سیدھی آپ کی آنکھوں پر جھپٹے گی۔ لیکن یہاں اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت خبابؓ بن ارت کے سامنے دہکتے ہوئے انگارے بچھائے گئے' اور ان سے کہا گیا کہ کُرتا اُتار کر ان پر لیٹ جاؤ۔ آپؓ لیٹ گئے۔ پیٹھ کی کھال جلی' چربی پگھلی تو اس سے وہ انگارے ٹھنڈے ہوئے۔ جسے یہ نظر آ رہا ہو کہ یہ مجھے انگاروں پر بھوننے والے ہیں' زندہ کے کباب بنانے والے ہیں' وہ دو چار کو مار کر ہی مرتا ہے' یا کم از کم اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے کی کوئی کوشش کرتا ہے' لیکن یہاں اس کی اجازت نہیں تھی۔ میرے نزدیک سمع و طاعت کا اس سے بڑا کوئی مظہر ممکن ہی نہیں۔

ثالثاً ـــــ اپنی جان' مال' تن' من' دھن' اولاد' غرض ہر شے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ ویسے تو دنیاوی انقلابات میں بھی لوگوں نے یہ سب کام کئے ہیں۔ کمیونسٹ انقلاب نہیں آسکتا تھا جب تک کہ لوگ جانیں نہ دیتے اور لوگوں نے ساری سختیاں نہ جھیلی ہوتیں۔ لیکن مسلمان کے لئے اپنی جان اللہ کی راہ میں پیش کرنا اتنا آسان ہے کہ دوسروں کو اُس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس کا ایمان آخرت پر ہے اور اُس کے نزدیک اصل زندگی آخرت کی ہے۔ لہٰذا وہ اگر اپنا سب کچھ اللہ کی خاطر لگا دے' کھپا دے تو اسے گھاٹا کس اعتبار سے ہے؟ وہ تو سوچتا ہے کہ مجھے آخرت میں اس کا کئی گنا مل جائے گا' سات سو گنا مل جائے گا' ہزار گنا مل جائے گا' تو اس معاملے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے۔

سرگوشیاں تو شیطان کی حرکات ہیں

سورۃ المجادلہ کی آیات 9 تا 11 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 4 اکتوبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت کے بعد!

حضرات! سورۃ المجادلہ ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس کی ابتدائی آٹھ آیات کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ آج ہم جن آیات کا مطالعہ کر رہے ہیں، ان میں کچھ مجلسی آداب کا تذکرہ ہے۔ آدابِ مجلس کے ضمن میں یہاں بعض چیزوں کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی گئی ہے اور بعض سے روکا گیا ہے۔ یہ ہدایات کیوں دی جا رہی ہیں؟ اس کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی جدوجہد ایک انقلابی جدوجہد تھی، محض تبلیغی مشن نہ تھا۔ تبلیغی کام انفرادی طور پر ہر شخص کر سکتا ہے، اور اس میں لازم نہیں ہے کہ آپ کا مقابلہ باطل قوتوں کے ساتھ ہو۔ اس کے مقابلے میں جب آپ انقلاب کی بات کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ نظام غلط ہے، یہ طاغوتی، شیطانی نظام ہے تو پھر باطل آپ کے مدمقابل آتا ہے اور ہر صورت میں آپ کا راستہ روکتا ہے۔ انقلابی جماعت باطل نظام کو چیلنج کرتی ہے، تاکہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑے۔ نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کا آغاز دعوت سے ہوا۔ پھر مدنی دور میں یہ جدوجہد تصادم کے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ نبی اکرم ﷺ نے جو جماعت بنائی جسے قرآن حزب اللہ کا نام دیتا ہے، وہ باطل، شیطانی نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے تھی۔ اس کے برعکس حزب الشیطان تھی جو ان لوگوں کا جتھہ تھا جو شیطان کے ایجنٹ، اللہ کے دین کے مخالف تھے۔ وہ زمین پر اللہ کا نظام نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ شیطانی نظام ہی کو برقرار رکھنا اور نفسانیت و حیوانیت کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ حزب الشیطان میں قریش مکہ، یہود اور مشرک قبائل تو شامل تھے ہی۔ اُن کے علاوہ اُس میں مسلمانوں کا ایک گروہ بھی شامل تھا۔ یہ مسلمان بظاہر حزب اللہ کا حصہ تھے، کہ کلمہ پڑھتے تھے، حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے اور کبھی کبھی غزوے میں بھی آپؐ کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ عبد اللہ ابن ابی ان کا سرغنہ تھا۔ یہ لوگ مار آستین تھے۔ یہاں ان کو کنٹرول کرنے کے لیے خصوصی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ ایسے لوگ اگر حضور ﷺ کے دور میں تھے تو آپؐ کے بعد بھی ہر دور میں رہیں گے۔ غلبۂ دین کی جدوجہد قیامت تک جاری رہے گی۔ نبی ﷺ کا مشن تکمیلی شان کے ساتھ تب مکمل ہوگا، جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم ہوگا۔ اس کے بعد ہی قیامت آئے گی۔ غلبۂ دین کی جدوجہد کے دوران منافقانہ کردار بھی آتے رہیں گے۔ یہ ہدایات جو یہاں دی جا رہی ہیں، بظاہر چھوٹی ہیں، لیکن درحقیقت بہت گہری باتیں ہیں۔ ان کا تعلق حزب اللہ اور حزب الشیطان کی کشمکش سے ہے۔ یہ حزب اللہ کے لوگوں کی رہنمائی کے لئے قیامت تک ابدی ہدایت نامہ ہے۔ اگر آپ انہیں اس زاویہ نگاہ سے پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں ہمارے لیے راہنمائی ہے، ورنہ یہ خیال آ سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ اساطیر الاولین ہیں۔ ہم نجویٰ کے حوالے سے آیات پڑھ رہے تھے، جن میں منافقین کی سرگوشیوں پر انہیں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ: ''کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے۔ (کسی جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور) کانوں میں صلاح ومشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔ پھر جو کام یہ کرتے ہیں قیامت کے دن وہ (ایک ایک) ان کو بتائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسول ﷺ (اللہ) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمہیں دعا دیتے ہیں، اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبرؐ ہیں) تو جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا۔ (اے پیغمبرؐ) ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے۔ یہ اُس میں داخل ہوں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔'' (المجادلہ:8,7)

آگے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (٩)﴾

''مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبرؐ کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا بلکہ نیکوکاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا اور اللہ سے جس کے سامنے جمع کیے جاؤ گے ڈرتے رہنا''

یہ سچے اہل ایمان کو ہدایت ہے کہ نجویٰ بذاتِ خود کوئی بُری شے نہیں ہے۔ اجتماعی زندگی میں شوریٰ اور رازداری کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اگر نجویٰ نیکی اور اصلاح کی نیت سے ہو تو یہ باعث خیر و برکت ہے۔ اگر نیک لوگ الگ بیٹھ کر سرگوشی کر لیں، اس غرض سے معاملے کو بہتر بنایا جائے، نیکی اور تقویٰ کی بات آگے بڑھائی جائے، تو ایسا مشورہ مذموم نہیں، مثلاً دو افراد لڑ پڑیں، تو انہیں الگ لے جا کر سمجھایا جائے، تاکہ اُن میں صلح ہو جائے تو یہ پسندیدہ ہے۔ نجویٰ میں بس ایک بات کا خیال رکھا جائے کہ گناہ، ظلم و زیادتی اور

رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کی باتیں موضوع گفتگو نہ ہوں۔ نجویٰ شیطانی وہ نجویٰ ہے، جو گناہ اور معصیت رسولؐ کے مقصد سے منافقین کرتے ہیں۔ مومنوں کو اس طرح کی سرگوشیوں سے بچنا چاہئے اور اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے، جس کے حضور سب اکٹھے کئے جائیں گے اور اپنے اعمال کی بابت جوابدہ ہوں گے۔

﴿ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱۰) ﴾

”(کافروں کی) سرگوشیاں تو شیطان (کی حرکات) سے ہیں (جو) اس لئے (کی جاتی ہیں) کہ مومن (ان سے) غمناک ہوں مگر اللہ کے حکم کے سوا ان سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔“

جب نبی اکرم ﷺ کی محفل میں منافقین باقی لوگوں سے الگ ہو کر کھسر پھسر کرتے تو ایسا وہ سرکشی، عدوان اور معصیت رسول کی غرض سے کرتے تھے۔ اس سے سچے اہل ایمان پریشان ہو جاتے تھے کہ نہ جانے کون سی سازش کر رہے ہیں، تو مسلمانوں کی تسلی کے لیے فرمایا کہ شیطانی نجویٰ کرنے والے خواہ کتنی ہی سازشیں کریں، کتنے ہی منفی موضوعات پر مشورے کریں، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، سوائے اس کے کہ جو اللہ ہی چاہے۔ لہٰذا تمہیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے راستے پر چلتے رہو، ان سے چشم پوشی کرو۔ ویسے نجویٰ مجلسی آداب کے بھی خلاف ہے۔ جب مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوں اور کوئی سے دو افراد الگ ہو کر سرگوشی شروع کر دیں تو وہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم کہیں تین افراد ہو تو دو افراد الگ ہو کر سرگوشی نہ کریں، اس لیے کہ یہ عمل اس تیسرے کو رنجیدہ کرے گا۔

دو تین افراد کا محفل میں کر الگ ہو کر کھسر پھسر کرنا بظاہر کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے، لیکن چونکہ منافقین کی نیت خراب ہوتی ہے اور یہ اس کے ذریعے حزب اللہ کو کمزور کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا یہ نجویٰ شیطانی ہے۔ مومنوں کو ایسے نجویٰ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ پرہیز جماعتی نظم کا بھی تقاضا ہے۔ حضور ﷺ اور آپؐ کے پیروکاروں کا اصل مشن یہ ہے کہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر اللہ کے دین کو قائم کریں۔ اس مشن کے لئے ایک مضبوط جماعت ضروری ہے۔ جس کے کارکنان، منظم اور اپنے فکر کے لیے ہر سطح کی قربانی دینے والے ہوں۔ ایسی ہی جماعت باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ سکتی ہے۔ شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان لوگوں کے ڈسپلن کے اندر رخنہ ڈالا جائے، ان کی صفوں کے اندر کمزوری پیدا کی جائے۔ وہ لوگ جو نبی اکرم ﷺ کی محفلوں میں بیٹھ کے کھسر پھسر کرتے تھے دراصل اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کے لیے کرتے تھے، لہٰذا ایک تو نجویٰ کی سنگینی کو واضح کر دیا کہ یہ محض کہ ایک مجلسی برائی نہیں ہے، بلکہ ایک شیطانی عمل ہے، یہ اللہ کے اس دین کے خلاف بغاوت ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو بھی سمجھا دیا گیا کہ جو لوگ الگ بیٹھ کے یہ کام کریں اُن کے بارے میں سمجھ لو، یہ کون ہیں، کس کے ایجنٹ ہیں۔ یہ شیطان کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ جماعتی زندگی میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ کچھ عناصر نجویٰ کرتے ہیں مگر اپنے عیب کو چھپانے کے لیے دوسروں کو کہتے ہیں کہ ہم تو جماعت کی خیرخواہی کے لیے آپس میں مشورہ کر رہے ہیں۔ یہ ان کا مخصوص طریقہ واردات ہوتا ہے۔ لہٰذا جماعت کے مخلص کارکنوں کو بھی بتا دیا گیا کہ جو ایسی حرکتیں کریں ان کی باتوں پر مت جاؤ کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس وقت یہ شیطان کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ جماعت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ حزب اللہ کی صفوں میں دراڑ ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان سب کی سازشوں کے اوپر ایک اللہ ہے۔ تم سیدھے رستے چلتے رہو، اخلاص کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے رہو، اور ان کی سازشوں سے چوکنے رہو، باقی اللہ خود ان سے نمٹ لے گا۔ ان کی کوئی تدبیر بھی مؤثر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اللہ کا اذن نہ ہو۔ اگر تم اللہ کے ساتھ مخلص اور اللہ کے وفادار رہو گے تو وہ معاملات سنبھال لے گا۔ منافقین کے ذریعے اہل حق پر آزمائش

پریس ریلیز 11 اکتوبر 2013 — حافظ عاکف سعید

دہشت گردی کی سفاکانہ کارروائیوں کا الزام طالبان کے سر تھوپنے کی بجائے اس بات کی تحقیق ہونی چاہیے کہ ان واقعات کے ذمہ دار اور اصل ماسٹر مائنڈ کون ہیں

حکومت فی الفور طالبان سے مذاکرات شروع کرے، تاکہ طالبان کی آڑ میں ہونے والی دہشت گردی اور خونریزی سے قوم کو نجات ملے

ملک کے چاروں صوبائی دارالحکومتوں میں ایک ہی روز میں بم دھماکے گہری سازش دکھائی دیتی ہے۔ دہشت گردی کی یہ سفاکانہ وارداتیں نہایت قابل مذمت ہیں۔ ان حملوں میں جو لوگ ملوث ہیں، وہ ہرگز ملک وملت کے خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ بے سمجھے بوجھے ان کارروائیوں کا الزام طالبان کے سر تھوپنے کی بجائے اس بات کی تحقیق ہونی چاہیے کہ ان واقعات کے ذمہ دار اور اصل ماسٹر مائنڈ کون ہیں اور کس کی ایما پر ملک میں بدامنی وانتشار کی آگ کو بڑھاوا دے کر مذاکرات کے خلاف فضا ہموار کی جا رہی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ طالبان نے کئی مواقع پر یہ واضح کیا ہے کہ وہ عوامی مقامات پر دھماکوں کے خلاف ہیں۔ پشاور میں چرچ پر ہونے والے حملہ کے بعد بھی انہوں نے اس سے اعلان برأت کیا تھا۔ بعض معتبر ذرائع کے مطابق یہ پڑوسی ملک افغانستان کی خفیہ ایجنسی کی کارروائی تھی، تاکہ مذاکرات کا راستہ روکا جا سکے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ماضی کے حالات وواقعات کے تناظر میں یہ کارروائیاں بھی بیرونی خفیہ ایجنسیوں کے مفسدانہ کھیل کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت فی الفور طالبان سے مذاکرات شروع کرے، تاکہ طالبان کی آڑ میں ہونے والی دہشت گردی اور خونریزی سے قوم کو نجات ملے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

آتی ہے۔حضور ﷺ کو بہت سے زیادہ اذیت انہی منافقین سے پہنچی۔لہٰذا فرمایا کہ مومنو تمہیں تو بس اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔

آگے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ﴾ (آیت:11)

''مومنو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو، اللہ تم کو کشادگی بخشے گا۔اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔''

منافقین کی شرارتوں اور سرگوشیوں کے توڑ کے لئے فرمایا کہ اے اہل ایمان جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل کر بیٹھو تو تم جگہ کو کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی پیدا فرمائے گا۔ وہ تمہیں دنیا اور آخرت کی خیر عطا کرے گا۔اس سے منافقین کو الگ ہو کر سرگوشیوں کا موقع نہ ملے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ صدر مجلس یہ کہہ سکتا ہے کہ جولوگ بیٹھے ہیں ذرا کھل کر بیٹھیں۔اس لیے کہ اگر اس انداز سے کچھ لوگ مجلس کو خراب کرتے ہیں تو اس کا علاج یہی ہے کہ صدر مجلس سب سے کہیں کہ ذرا کھل کر بیٹھیں۔اگر ایسی بات ہو تو دوسرے لوگ برا نہ مانیں بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ صدر مجلس نے جو بات کہی ہے اس میں کوئی خیر ہوگا،ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔وہ صدر مجلس کے بارے میں کوئی سوئے ظن قائم نہ کریں، بلکہ یہ خیال کریں کہ وہ مجلس کی بہتری کے لیے اور سازشی عناصر کا رستہ روکنے کے لیے یہ تدبیر کر رہے ہیں۔صدر مجلس کے ساتھ تعاون سے اللہ تعالیٰ شرکاء کے لیے وسعت اور کشادگی پیدا فرمائے گا۔مومنو! اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ محفل برخاست ہے، تو اُٹھ جایا کرو۔پھر وہاں بیٹھے نہ رہا کرو، یہ بھی صدر محفل کو اختیار حاصل ہے کہ وہ مجلس کو برخاست کردے۔ایک تو عمومی حالت میں مجلس برخاست ہو جاتی ہے۔اس حکم میں ایسے عناصر کو بھی کور کرلیا گیا، جو بعد میں بھی اکٹھے بیٹھے کھسر پھسر کر رہے ہوتے ہیں۔فرمایا جب مجلس کے ختم ہونے کا اعلان کیا جائے تو اس وقت سب لوگ اٹھ جایا کرو۔کیونکہ یہ ڈسپلن کا تقاضا ہے۔اس میں کوئی اپنی توہین اور خفت محسوس نہ کرے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اتنی باریک بینی سے یہ ہدایات کیوں دی جا رہی ہیں۔دیکھئے قرآن مجید ایک انقلابی جماعت کا لائحہ عمل ہے۔جماعت کو قدم بہ قدم کیسے چلنا ہے اور اُسے کیا کیا مشکلات آئیں گی، اور کیسے ان سب کا حل نکالنا ہے، قرآن میں اس بارے میں ساری راہنمائی موجود ہے۔یہ رہنمائی اس لئے دی گئی تاکہ حزب اللہ اس سے مستفید ہو۔افسوس کہ ہم نے اس کتاب کو صرف کتاب مقدس بنا کر رکھا ہوا ہے۔اُس سے روشنی لینے کو تیار نہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی ہدایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

بقیہ: کار تریاقی

نسٹ کی انتظامیہ نے طالبات کو مہذب لباس کا پابند کیا کیا ایک طوفان کھڑا ہوگیا۔قوم کی ساری ترقی وخوشحالی گویا لڑکیوں کی جینز اور ٹائٹس میں مضمر ہے۔کالج یونیورسٹیاں سر جھکا کر دن رات حصول علم کے لیے ایک کر دینے کا مقام ہے یا ڈریس شوز، فیشن شوز، کیٹ واک کے مناظر کا مقام۔۔۔؟ نوجوان لڑکیوں کی بے ہودہ لباسی، کم لباسی، ذہنی انتشار اور پراگندگی کا سبب تو بن سکتی ہے، تعلیم وتحقیق کا اس سے کیا واسطہ؟ یہ جہالت کے سوا اور کیا ہے کہ تعلیمی معیار کی بجائے لباس کا معیار ہمیں تڑپا رہا ہے اور سراپا احتجاج ہیں۔ ٹائٹس جیسا غیر مہذب اور غیر شائستہ لباس 9/11 کے بعد پھیلائی گئی (روشن خیالی کے نام پر) جہالت کا شاخسانہ ہے۔ فیشن انڈسٹری اور کم لباسی پروموٹ کرنے کو پانی کی طرح امریکہ نے پیسہ یہاں بہایا ہے۔اسلام سے آپ کو ضد ہے؟ قرآن کے احکام بسلسلہ پردہ اور حیا، عفت وعصمت، قبول نہیں؟ اس کا حساب تو اللہ کو دے ہی دیں گے۔لیکن لباس کی غیر شائستگی اور چہار جانب اڈتے یہ فتنے خود عورت ہی کے تحفظ کے درپے ہیں۔پے در پے واقعات، درندگی کے شرمناک مظاہر اسی کا شاخسانہ ہیں۔مغرب کی عورت، مرد کی انہی ہوسناکیوں کے مسلط کردہ نظام سے نکل نکل کر اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لے رہی ہے۔خود کو حیا کے لبادے میں لپیٹ رہی ہے! ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہوگیا! چلئے انہی کی پیروی میں اسلام کے حیات بخش نظام کی طرف لوٹ آیئے۔ دنیا و آخرت کی فلاح اسی میں مضمر ہے۔

تنظیمی اطلاعات

تنظیم صادق آباد میں محمد نسیم چوہدری کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ سکھر کی جانب سے مقامی تنظیم صادق آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 اکتوبر 2013 میں مشورہ کے بعد جناب محمد نسیم چوہدری کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم کورنگی شرقی کراچی میں نعمان نسیم کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم کورنگی شرقی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 3 اکتوبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب نعمان نسیم کو مقامی تنظیم کا امیر فرمایا۔

ضرورت رشتہ

راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، تعلیم میٹرک، عمر 21 سال کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے، ذات پات کی قید نہیں

برائے رابطہ: 0321-4791320

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ لاہور شرقی کے ناظم تربیت خلیل احمد کی والدہ کا آپریشن ہوا۔

☆ دورغہ والا تنظیم کے رفیق تنویر علوی صاحب کی والدہ اور اہلیہ علیل ہیں۔

☆ حافظ محمد ندیم الحسن رفیق تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے والد کچھ عرصہ سے سخت علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دُعائے مغفرت کی اپیل

☆ چونگ کے رفیق تنظیم اسلامی قاری یٰسین کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ آزاد کشمیر میر پور جاتلاں کے رفیق لال حسین کے سسر وفات پا گئے۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی مقامی تنظیم ملتان شمالی کے رفیق راؤ عمر فاروق کے بھائی بقضائے الٰہی وفات پا گئے

☆ ادارہ قرآن اکیڈمی لاہور کے دیرینہ کارکن، رفیق تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن عبدالمتین مجاہد کے بہنوئی عبدالرحمٰن ناصر انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَادْخِلْهُمْ فِي رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَسِيرًا

کیا کسی اور تباہی کی ضرورت ہے ابھی؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکہ کے افغانستان سے انخلاء کے بعد طالبان تیزی سے ایک مرتبہ پھر اٹھیں گے اور افغانستان پر چھا جائیں گے۔ یہ نوشتۂ دیوار ہے۔ تاہم 11/9 کے بعد سے قومی پالیسیاں بنانے والے دیوار پر لکھا، پڑھنے کی صلاحیت سے عاری ہی رہے ہیں۔ سو آج ہم اس حال کو پہنچے ہیں! موجود دنیا کی تمام تر سائنس، ٹیکنالوجی جھونک کر، اسلحہ پھونک کر بھی ملاّ کو افغانستان کے کوہ ودمن سے نہ نکالا جا سکا۔ موت سے نہ ڈرنے والے ان فاقہ کشوں کے بدن سے روح محمد ﷺ بھی نہ نکالی جا سکی۔ سپر پاوری کے زعم سے پھنکارنے والوں کو تابوت بردار نکلنا پڑا۔ اب جب افغانستان میں طالبان یعنی اسلام کی حکمرانی ہو گی تو کیا پاکستان کو منصوبہ بندی کرتے ہوئے ان زمینی حقائق کو پیش نظر رکھنا ضروری نہیں؟ اخباروں کی سرخیوں اور چینلوں کے تبصروں پر ان دو ملکوں (افغانستان اور پاکستان) کی تقدیر کے فیصلے معلق ہوتے تو آج امریکہ یوں سر جھکائے نکلنے کی راہیں تلاش نہ کر رہا ہوتا۔ پیش کردہ تھیوریوں کے مطابق 'ٹیکنالوجی سپریم قوت تھی اسے غالب' اور سادہ، قبائلی دنیا سے نابلد افغانوں کو مغلوب ہی ہونا تھا۔ امریکی غلبے کے سارے پھل فرنٹ لائن اتحادی پاکستان کی جھولی میں آکر پڑنے تھے اور یہاں دودھ، شہد کی نہریں بہنی تھیں۔ اقتصادی ترقی، خوشحالی، استحکام کا یہی فارمولا تھا'۔

اب جبکہ یہ فارمولا منہ کی کھا چکا تو کیا یہ لازم نہیں کہ ہوش کے ناخن لیے جائیں؟ طالبان (اچھے برے کی تفریق سے ماوراء) کی قوت اور ناقابل شکست ہونے کا راز معلوم کیا جائے۔ اس کے مطابق ان سے معاملات طے کیے جائیں۔ جھوٹ، فریب، پراپیگنڈا، زمینی حقائق تبدیل نہ کر سکا۔ ہزاروں ماؤں کے بیٹے اس جنگ میں یہ کہہ کر جھونک دیے "چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے گا۔" اوپر کے ایک فیصد طبقے کی بھلی ان کے سولی چڑھنے سے وابستہ کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ لہٰذا قبرستان آباد ہوتے رہے۔ ہزاروں نچلے طبقات سے تعلق رکھنے والے ماؤں کے بیٹے معذوری کی بھینٹ چڑھے۔ مراعات، تنخواہوں، پنشنوں کے عوض بیٹے تو فروخت نہیں کیے جا سکتے۔ لہٰذا رک کر آنے والے وقت کی پالیسی میں دردمندی اور دلسوزی کا عنصر شامل کر لیا جائے تو بہتر ہو گا۔ دوسری جانب آہنی پردے کے پیچھے مسلسل (اب تک) جاری آپریشنز میں اندھا دھند بھینٹ چڑھنے والے، جان سے گزرنے والے، معذور ہو جانے والے وہ ہیں جن کی تعداد ہزاروں سے گزر کر لاکھوں میں جا رہی ہے۔ لیکن ان کی ایک جھلک 'مہذب'، 'پڑھے لکھے'، دانشور و دانشمند پاکستانی نے نہیں دیکھی۔ ترے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے! ورنہ نہ ہم اتنے یک چشمی نہ ہوتے۔ ہائی کورٹوں، سپریم کورٹ میں دھکے کھاتے بیٹوں کی دید کو ترستے بوڑھے ماں باپ۔ والد کو ایک نظر دیکھنے کی حسرت لیے گلاب چہرے جن میں سے بہت سے وہ ہیں جو باپوں کی لاپتگی کے بعد پیدا ہوئے۔ عقوبت خانوں، حراستی مراکز میں جرم بے گناہی میں 'طالبان'، 'القاعدہ' لیبل تلے سالہا سال سڑنے والے اس نامراد جنگ ہی کا حاصل ہیں۔ امریکہ کی خوشنودی حاصل کرتے کرتے اللہ کا قہر و غضب اور مظلوموں کی آہوں کے شرارے مول لیے ہیں۔ صرف ایک مثال پڑھیے اور سر دھنیے۔ اس پر مزید سینکڑوں کو قیاس کر لیجیے اور بھارت کے کشمیر میں لاگو کردہ کالے قوانین سے بدتر قوانین یہاں پاس کرنے کے جرم کا جواز بھی عنداللہ سوچ لیجیے! رانا فقیر حسین، 8 سال جیل میں رکھا گیا۔ جرم بے گناہی سے اب اسے چھوڑا جانے لگا تو جیل چھوڑنے سے انکاری ہو گیا کہ اگر میں باہر گیا تو ایجنسیاں مجھے مار ڈالیں گی۔ انصاف، آئین، پابندیٔ قانون کا حشر تو دیکھیے! فلسطینی قیدیوں کو اسرائیل نے بڑی تعداد میں جب اپنے قیدی کے بدلے رہا کیا تھا تو وہ صحت مند باہر نکلے تھے، ہشاش بشاش چہرے لیے۔ یہاں ہم ماورائے عدالت ان قیدیوں کو (کراچی میں 4 طالبان) مار کر لاشیں باہر پھینک دیتے ہیں۔ ان گنت واقعات 'کے پی کے' کے چپے چپے پر رقم ہیں۔ یا وہ اندر موذی بیماریوں سے ادھ موئے ہوئے رہتے ہیں۔ افغانستان میں بننے والی طالبان حکومت نے اگر اپنے بھائیوں کا حساب پاکستان سے چکانے کا ارادہ کر لیا تو کیا ہم نمٹ پائیں گے؟ ایک نیا یوٹرن ناگزیر ہے۔

پاکستانی عوام کو بھی اب مایوسی کے اس غار میں (پے در پے حکومتوں کی بدعنوانی، نااہلی اور عوام دشمنی نے) دھکیل دیا ہے کہ وہ بڑھ کر اسلام اور شریعت کے دامن میں پناہ ڈھونڈیں گے۔ موازنہ کر لیجیے۔ گورنر ہاؤس پنجاب میں روزانہ 243 لٹر دودھ استعمال ہوتا ہے۔ ایلیٹ طبقے کی ایلیٹ بھینسیں گورنر ہاؤس کے شیر خواروں کے لیے شاہی مغلیہ باڑے میں متمکن ہیں۔ اس دودھ کے حصول پر خرچ تو 124 روپے فی لٹر ہوتا ہے مگر شیر خوار افسران و حکمرانوں کو یہ 26 روپے لٹر پر سبسڈی دے کر فراہم کیا جاتا ہے۔ طرفہ تماشا ہے کہ آئی ایم ایف عوام کو ملنے والی ہر سبسڈی ختم کرواتا ہے لیکن شیر خواروں پر اتنا مہربان کہ انہیں میلی آنکھ سے نہیں دیکھتا۔ یہ پورا نظام ایک فیصد طبقے کی مراعات کی خاطر 99 فیصد کو خط غربت کے نیچے بٹھا کر لیموں نچوڑ کی کیفیت سے زندگی کی ہر رمق سے اسے محروم کرتا ہے۔ بجلی، پٹرول، گیس کے بلنے میں گوٹ پیٹ کر عوام الناس میں احتجاج کی سکت بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ ڈالروں میں کمانے والوں کے کارندے ٹیلی ویژن پر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ اخبارات کے صفحات پر ہائے طالبان، وائے طالبان کی دہائی دینے والے یا مراعاتی طبقے کے نمائندے ہیں یا اشتراکیت کے (چکنا چور خواب!) اسیر ہیں' یا 'رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے' والا طبقہ ہے۔ رہے عوام تو انہیں ایسے حکمران کیوں تکلیف دیں گے جو 'ہٹو بچو' کے تکلف سے آزاد ہوں۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیں تو کیا پریشانی ہے کسی کو (سوائے چوروں کے)! ٹارگٹ کلرز کو سامنے لا کر کیفر کردار تک پہنچا دیں تو امن لوٹ آئے۔ ان سادہ پوشوں کو پالنے کے لیے قوم کو نہ بلٹ پروف قیمتی گاڑیوں کے کاروان درکار ہوں گے، نہ پانچ لاکھ کا سوٹ پہن کر یہ کشکول پکڑے آئی ایم ایف کے در پر قوم کو گروی رکھیں گے۔ ضمناً عرض ہے کہ مذاکرات پر ڈرون حملوں کی بندش کی شرط پر حیرت کا اظہار ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ یہ امریکہ کے پردے میں ہم خود ہیں۔ ہم اپنا فوجی زمینی جاسوسی جال لپیٹ دیں ڈرون اندھا ہو کر بند ہو جائے گا! فورمز پر آواز اٹھانے کی اوقات تو یہ کہ ادھر جنرل اسمبلی میں نواز شریف نے آواز اٹھائی ادھر جواب ڈرون حملے نے دے کر سویلین حکومت کی اوقات واضح کر دی! یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ عوام الناس کی پذیرائی کی بات تھی۔ تو وہ جوان کی بھوک کے ساتھ خود بھوک کاٹیں کیوں نہ مقبول ہوں گے۔ یہاں آدھا ہنگامہ عورت کے حقِ برہنگی کا ہے جس کا واویلا ہوش سنبھالنے نہیں دیتا۔ (باقی صفحہ 7 پر)

سزائے موت کے قانون کی معطلی کا فیصلہ

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: نعیم اختر

مہمانانِ گرامی: سابق جسٹس نذیر احمد غازی
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

سوال: موجودہ حکومت نے بھی سابق حکومت کی طرح سزائے موت پر پابندی برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا یہ فیصلہ خلافِ شریعت اور مداخلت فی الدین نہیں ہے؟

نذیر احمد غازی: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جو احکامات اور فوجداری قانون قرآن حکیم اور سنتِ رسول ﷺ کی صورت میں عطا کیا ہے اگر کوئی اس قانون کو بدلے گا تو یقیناً یہ مداخلت فی الدین ہے۔ یہ بہت بڑا جرم ہے جو حکومت کر رہی ہے اور اس فیصلے کے جو اثرات معاشرے پر آ پڑیں گے، ان کے تصور سے ہی اہل علم اور اہل نظر کانپ اُٹھتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں پہلے ہی درندگی بڑھ رہی ہے۔ اگر سزائے موت کا قانون ختم ہو گیا تو یہ معاشرہ انسانوں کا معاشرہ نہیں رہے گا بلکہ درندوں کا جنگل بن جائے گا۔ اہل دانش اور اہل علم کو اس معاملے کی سنگینی حکومت پر واضح کرنی چاہیے۔ ہمارے حکمران چونکہ ذہنی وفکری طور پر مغرب کے غلام ہیں، لہٰذا مغربی دنیا جو کہتی ہے یہ بلا سوچے سمجھے اس پر چل پڑتے ہیں۔ کیا ہم ان لوگوں کے کہنے پر چلیں گے جو کہتے ہیں کہ مرد مرد سے اور عورت عورت سے شادی کر سکتی ہے۔ یہ وہ اخلاقی گراوٹیں ہیں جن کی وجہ سے پہلی اُمتوں پر عذاب آئے، جبکہ مغرب والے ان کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔ جس چیز سے معاشرے کی زندگی ہے آپ اس کو ختم کرتے ہیں تو گویا آپ معاشرہ کو مردہ کر رہے ہیں اور اس کو جنگل بنا رہے ہیں۔ اللہ کے قوانین اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے دنیا نے دیکھا کہ ایک خاتون یمن سے چلتی ہے اور حجاز تک پہنچتی ہے اور اسے راستے میں ڈر نہیں لگتا۔ آج بھی سعودی عرب میں یہی معاملہ ہے۔ آدھی رات کو مکہ مدینہ میں گھومتے ہوئے کبھی ذرا سا بھی خوف محسوس نہیں ہوتا، اگرچہ وہاں ابھی مکمل طور پر اسلامی نظام کا نفاذ نہیں ہے، صرف اسلامی فوجداری قوانین نافذ ہیں، جس کے اثرات وثمرات آپ دیکھ سکتے ہیں۔ وہاں لوگ دکانیں نماز کے وقت کھلی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، مگر کوئی چوری نہیں کرتا۔ یہ سب اسلامی سزاؤں کے نفاذ کی برکات ہیں۔ لہٰذا سزائے موت کے قانون میں تبدیلی کے بارے میں حکومت کو ہزار بار سوچنا چاہیے اور اس راستے پر بالکل نہیں جانا چاہیے، کیونکہ یہ تباہی کا راستہ ہے۔

سوال: 100 سے زائد علماء نے سزائے موت پر پابندی کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اقدام قاتلوں کی حوصلہ افزائی اور دہشت گردوں کو تحفظ دینے کے مترادف ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس قانون کو ختم کرنا غنڈوں کو قتل کا لائسنس دینے کے مترادف ہے، انھیں یہ یقین دہانی کرانا ہے کہ آپ جرم کریں، زیادہ سے زیادہ قید ہو جائے گی۔ اس قانون کے خاتمے کی وجہ لالچ بھی ہے۔ مغرب اور امریکہ نے حکومت سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ نے یہ قانون ختم نہ کیا تو ہم تمہارا برآمدات کا کوٹہ ختم کر دیں گے۔ یہ قانون گزشتہ حکومت میں معطل ہو چکا تھا، لیکن نئی حکومت سے یہ توقع تھی کہ یہ اسے دوبارہ بحال کر دے گی اور اس پر عمل درآمد شروع ہو جائے گا۔ لیکن موجودہ حکومت بھی اس لالچ میں آ کر کہ ہماری ایکسپورٹ بڑھ جائے گی، اس فیصلے کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہم مغرب سے ہر سطح پر مرعوب ہیں۔ ہم اپنی معاشرت کی بجائے ان کی معاشرت کی پیروی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو سزائیں مقرر کی ہیں اُن سے معاشرہ میں کامل امن ہوتا ہے۔ جب اسلام بحیثیت نظام نافذ ہو گا تو سماج امن کا گہوارہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فاطرِ فطرت ہے، یہ بتایا ہے کہ کسی کی جان لینا فساد فی الارض کا معاملہ ہے، لہٰذا قاتل کی گردن اُڑا دی جائے۔ جو قانون فاطرِ فطرت نے بنایا ہے اگر بندے اس کو بدلتے ہیں تو معاشرے کا وہی حال ہو گا جو اس وقت ہمارے معاشرے کا ہے۔ اس کے بالکل برعکس مغرب میں اگرچہ کسی حد تک امن وامان ہے، اس لیے کہ وہاں عام آدمی کو انصاف ملتا ہے، تاہم وہاں جرائم کی شرح بھی بہت ہے۔ یہ صرف اسلامی قوانین کی برکات ہیں کہ جرائم کی شرح بالکل ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ ہمارے یہاں تو بہت مسائل ہیں۔ یہاں تو واقعتاً عدل وانصاف خریدنا پڑتا ہے۔ لوگ انصاف کی تلاش میں خودکشی کر لیتے ہیں۔ اگر یہاں موت کی سزا بھی ختم ہو گئی تو جو کچھ ہو گا اس کے تصور سے خوف آتا ہے۔

سوال: حکومت کو اس فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے یہ بھی جائزہ لینا چاہیے کہ یورپی یونین کے مطالبے پر سزا کو معطل کیوں کریں؟ کیا ان ممالک میں خود سزائے موت پر پابندی لگا دی گئی ہے؟

نذیر احمد غازی: اس وقت پاکستان میں 14 کے لگ بھگ ایسے جرائم ہیں جن کی سزا موت ہے۔ ان میں قتل، بغاوت، ریپ، توہین رسالت، دہشت گردی، منشیات فروشی وغیرہ نمایاں جرائم ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر سزائے موت کا قانون ہوتے ہوئے بھی یہ جرائم ہو رہے ہیں تو جب آپ اس سزا کو ختم کر دیں گے تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ عادی مجرموں کو تو جیل میں بھی VIP Treatment ملتا ہے۔ جنرل پرویز مشرف جس طرح جیل کاٹ رہے ہیں وہ سب کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔ ہمیں ان باتوں کو سمجھنا چاہیے۔ اسلامی قوانین میں درجہ بندی ہے۔ سب سے اول ایمان کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ دوسرے نمبر پر ہے جان کا تحفظ، تیسرے نمبر پر عزت کا تحفظ ہے اور پھر مال کا تحفظ ہے۔ اسلامی قوانین ان سب کی حفاظت کی غرض سے وجود میں آئے ہیں۔

سوال: امریکہ، یورپی یونین اور سزائے موت کے قانون کے خلاف لابنگ کرنے والی NGO's کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دراصل اس آڑ میں ناموس رسالت کے قانون 295-C کے تحت سزائے موت کا خاتمہ ان کا ٹارگٹ ہے۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

نذیر احمد غازی: آج پورا مغرب 295-C پر بڑا شور مچا رہا ہے۔ عیسائیوں کے مذہبی راہنما پوپ نے بھی 295-C کے بارے میں اظہارِ خیال کیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے اپنے قوانین خود بنانے ہیں یا کسی اور کے کہنے پر بنانے ہیں؟ ٹیری جونز کی طرح مغرب کے انتہا پسند

کہتے ہیں (نعوذ باللہ) کہ قرآن حکیم دہشت گردی کی کتاب ہے، اس کی تعلیم بند کر دیں، اسلام کی تعلیم سرے سے بند کر دیں تو کیا ہم ایسا کر دیں گے (اگر چہ اس سے پہلے ان کے مطالبے پر حکومت نے جہاد کی آیات نصاب سے نکال دیں)۔ C-295 کی شق کے خاتمے میں قادیانی بھی بہت سرگرم ہیں۔ لیکن جان لینا چاہئے کہ یہ ہمارا ''نوگو ایریا'' ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کا قانون یہاں بن گیا ہے۔ جب تک یہ ملک باقی ہے اور اس میں ایک بھی غیرت مند مسلمان باقی ہے کوئی مائی کا لال اسے ختم کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جنرل پرویز مشرف بھی اسے ختم کرنا چاہتا تھا، لیکن اس نے بے بسی کا اظہار یہ کہہ کر کیا تھا کہ اگر میں نے اس قانون کو ہاتھ لگایا تو یہاں زلزلہ آ جائے گا۔ اب بالواسطہ طریقہ نکالا گیا کہ C-295 کا دم خم نکال دیا جائے۔ اوّل تو یہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کرے گا تو یہ توہین عدالت ہوگی۔ فیڈرل شریعت کا فل بنچ یہ کہہ چکا ہے کہ توہین رسالت ﷺ کی سزا موت ہے۔ اگر کوئی اس کو ختم کرے گا تو وہ آئین سے بغاوت کرے گا، قانون سے بغاوت کرے گا۔ آپ سزائے موت کیسے ختم کریں گے، پہلے اسمبلی میں قانون بنائیں۔ اسمبلی میں کون جرأت کرے گا یہ قانون بنانے کی۔ کیونکہ اسمبلیوں سے واپس اپنے گھروں میں جانا ممبران کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ مغرب چاہتا ہے کہ اس ملک میں سزائے موت کی وجہ سے جو ڈر یا خوف ہے وہ نہ رہے۔ جب یہ سزا ختم کر دی جائے گی تو انتشار کی وجہ سے یہ ملک ختم ہو جائے گا۔ دہشت گردوں کو جب یہ پتا ہوگا کہ ہمیں سزائے موت نہیں ہوگی۔ دشمنانِ رسول اللہ ﷺ کو پتا ہوگا کہ ہم (نعوذ باللہ) رسول پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کریں گے تو ہمیں زیادہ سے زیادہ عمر قید ہوگی، لاکھوں ڈالر بھی مل جائیں گے، تو پھر وہ اِن سنگین جرائم سے کیسے باز آئیں گے۔ یہ اس معاشرے میں انتشار، بدامنی، افراتفری پیدا کرنے اور اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی ایک بہت بڑی سازش ہے، جس کو ہمارے حکمران نہیں سمجھتے۔ ہمارے حکمران ذہنی طور پر غلام ہیں۔ جسمانی غلامی اتنی خطرناک نہیں ہوتی جتنی ذہنی غلامی ہوتی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے ان کی بات نہ مانی تو ہماری ایکسپورٹ کم ہو جائے گی۔ خدارا! آپ ایک دفعہ اللہ کے لیے کھڑے تو ہوں، اللہ کی مدد اور تائید سے ہمیں کسی دشمن خدا کی مدد کی ضرورت نہیں رہے گی۔ علامہ نے کہا تھا ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

یہ یقین پیدا ہونا چاہیے۔ ہمارا معاشرہ عمومی طور پر اور ہمارے حکمران خصوصی طور پر اس یقین سے محروم ہیں۔

یقیں پیدا کر اے نادان! یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری!

سوال: یہ چیز تو دیکھی جا رہی ہے کہ ہمیں امریکہ کی طرف سے اور یورپی یونین کی طرف سے امداد مل جائے گی۔ ان کی طرف سے مالی فوائد کے وعدے بھی ہو رہے ہیں، لیکن پاکستان میں جتنی بدامنی، قتل وغارت وخونریزی جاری ہے اس سے جو سرمایہ باہر جا رہا ہے یہ بات کسی کے پیش نظر نہیں ہے؟

نذیر احمد غازی: مغرب یہی چاہتا ہے۔ جب آپ یہاں پر سزائے موت ختم کر دیں گے تو بھتہ، اغوا برائے تاوان کی وارداتیں اتنی بڑھ جائیں گی کہ کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اگر آج ہمارے حکمران اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ یہ پختہ وعدہ کر لیں کہ ہم اس ملک میں اسلام نافذ کریں گے تو اس ملک میں امن قائم ہو جائے۔ اس ملک میں جتنے وسائل ہیں اگر ان کو صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو یہ ہمارے کافی ہیں۔ آج لوگ سارا سرمایہ باہر لے گئے ہیں۔ خود حکمران بھی باہر کے بینکوں میں سرمایہ جمع کر رہے ہیں۔ یہ پیسہ اگر واپس آ جائے تو ہمیں کسی کے آگے کشکول پھیلانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ہم حکمرانوں کی عیاشیوں کا کشکول اُٹھائے ہوئے ہیں۔ آئی ایم ایف کا جو قرضہ آتا ہے اس میں عام شہری کو کیا ملتا ہے؟ عام شہری تو اس کا سود ہی ادا کرتا ہے۔ یہ سارے اللے تللے حکمرانوں کے ہیں۔ خدا کرے کہ اس ملک میں کوئی ایسا حکمران آ جائے جو سب سے پہلے یہ کہے کہ لیٹرے ایک ہفتے کے اندر اندر وہ تمام پیسہ جو لوٹ کر باہر کے بینکوں میں رکھا گیا ہے واپس لے آئیں ورنہ چوکوں میں لٹکا دیا جائے گا۔ آپ دیکھیں گے کہ اس کے بعد ہماری معیشت سنبھل جائے گی۔

سوال: اسلام نے قصاص کو زندگی قرار دیا ہے۔ ہماری حکومت مغربی قوتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قصاص جیسے اسلامی قانون کا مذاق اُڑا رہی ہے۔ ریمنڈ ڈیوس اور شاہ زیب قتل کیس اس کی حالیہ مثالیں ہیں۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: اسلام فطری دین ہے۔ غور کریں کہ اس میں دیت اور قصاص کا نظام کیوں رکھا گیا ہے؟ چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ وہاں یہ حق نہیں دیا گیا کہ جس کی چوری ہوئی ہے اگر وہ کہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے، تو کاٹ دیا جائے اور اگر نہ کہے تو نہ کاٹا جائے۔ قتل کے معاملے میں اسلامی نظام کی خوبی دیکھئے، مقتول کے ورثاء کو یہ حق دیا گیا ہے کہ تم چاہو اسے معاف کر دو، اسے دیت کی بنیاد پر چھوڑ دو یا اس کی جان لے لی جائے۔ یہ ورثاء کا حق ہے۔ البتہ ریاست قاتل کو معاف نہیں کر سکتی۔ جس شخص کا بھائی، باپ، بیٹا قتل ہوتا ہے اس پر قیامت ٹوٹ جاتی ہے۔ ریاست جب اس کو بری کر دیتی ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ذاتی طور پر اس کو قتل کر دیتا ہے۔ اس طرح ایک اور جرم سرزد ہوتا ہے۔ دین کا تعلق نیت سے ہے۔ ہر کام خلوص نیت پر ہوگا۔ اگر آپ نے قاتل سے کچھ پیسے لے لیے یا اسے فی سبیل اللہ دل سے معاف کر دیا تو اس سے آپ کا غصہ جاتا رہے گا۔ یہ فطری بات ہے۔ اب آپ اس کے باپ، بھتیجے یا بیٹے کو نہیں ماریں گے۔ کیونکہ آپ مطمئن ہو گئے کہ میں نے جو مطالبہ کیا تھا، میں نے جو بات رکھی تھی وہ منظور کر لی گئی۔ یا میں نے فی سبیل اللہ معاف کر کے جنت میں مکان بنا لیا ہے۔ آپ نے ریمنڈ ڈیوس اور شاہ زیب کی مثالیں بیان کی ہیں، یہ تو واقعتاً دین سے مذاق ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ جس شخص کے بھائی، باپ، بیٹے کا قتل ہوا ہے وہ اگر دل سے معاف نہیں کر رہا اگر پسٹل پوائنٹ پر اس کو منوایا جا رہا ہے تو اس کا دل کب صاف ہوگا۔ وہ تو اور پریشان ہو جائے گا۔ آپ اس کے سامنے کروڑ روپیہ رکھ دیں، لیکن آپ نے یہ کام اگر پسٹل پوائنٹ پر کیا ہے کہ یہ لے لو ورنہ ہمارے پاس دوسرا راستہ بھی ہے، تو اس سے بات مزید بگڑے گی۔ شاہ زیب کیس میں ظاہری طور پر تو یہی ہوا ہے اور یہی ریمنڈ ڈیوس کیس میں ہوا ہے۔ یہ کہاں کی دیت، کہاں کا انصاف ہے؟ پھر قصاص میں زندگی کب بنے گی؟ یہ اسلامی قانون کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے، یہ اسلامی شریعت کو مسخ کرنے والی بات ہے۔

سوال: یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارا سیکولر طبقہ اور این جی اوز ایک طرف پاکستان میں سزائے موت کے قانون کے خاتمے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن دوسری طرف 5 سالہ بچی کے ساتھ زیادتی کے حوالے سے گلے پھاڑ کر کہتے ہیں کہ مجرم کو پکڑ کر سزائے موت دی جائے؟ کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس معاملے میں مغرب اور امریکہ کا بڑا عجیب طرزِ عمل ہے۔ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ سزائے موت نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری طرف امریکہ سمارٹ بموں اور ڈیزی کٹر بموں سے انسانوں کی بستیوں کو جلا رہا ہے۔ یہ لوگوں کو بے وقوف بنانے والی بات ہے۔ جہاں سمارٹ بم گرے گا کیا وہ ایک دہشت گرد کو مارے گا۔

مجھے خود ایک شخص نے بتایا کہ جہاں ڈرون جہاز سے بم گرتے ہیں وہاں ہم لاشیں گٹھڑیوں میں باندھتے ہیں۔

سوال: امن و عامہ کی صورتِ حال کے حوالے سے پاکستان کا شمار پہلے ہی بدترین سطح پر ہوتا ہے۔ ان حالات میں سزائے موت کی معطلی کیا پاکستان کو جرائم پیشہ افراد کی جنت نہیں بنا دے گی؟

نذیر احمد غازی: پاکستان پہلےہی جرائم پیشہ افراد کے لیے جنت ہے۔ کراچی میں جو کچھ ہوا آپ نے دیکھا۔ ولی بابر قتل ہوا، اس کے گواہان بھی قتل ہو گئے۔ پچھلی دفعہ کراچی میں جن پولیس افسروں نے بھتہ خوروں اور دہشت گردوں کے خلاف اپریشن کیا تھا، وہ سارے ایک ایک کر کے مار دیئے گئے۔ پنجاب میں بھتہ خوری، اغوا برائے تاوان کے واقعات صوبہ سندھ سے بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ کیونکہ مجرموں کو یہ معلوم ہے کہ انہیں پاکستان میں جان کی امان حاصل ہے۔ جب سزا کا خوف نہیں ہوگا تو پھر جرائم سے گریز کیوں کریں گے۔ ہمارے ہاں لوگ بھوکے مر رہے ہیں، سفید پوش لوگ چیخ رہے ہیں کہ ہم اب بل دینے کے قابل نہیں ہیں۔ ان حالات میں ہمارا غریب طبقہ کیا کرے گا؟ جب کوئی اور ذریعہ نہیں ہوگا تو پھر چوری، ڈکیتی اور اغوا برائے تاوان جیسے جرائم بڑھتے جائیں گے۔ ہمارے نوجوان اسی راستے پر چلیں گے جیسے گوجرانوالہ میں اغوا برائے تاوان کا واقعہ ہوا۔ کیونکہ اس ذریعے سے زیادہ پیسے بہت جلد ہاتھ آ جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو بعض قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لوگ بھی جرائم میں ملوث ہوتے ہیں۔ اب وہ مزید جری ہو جائیں گے۔ خوف، ڈر جب معاشرے سے ختم ہو جائے تو یہی ہوتا ہے۔ سعودی عرب میں یہ ہوتا ہے کہ جرم ثابت ہو جانے پر مجرم کو فوراً سزا دی جاتی ہے۔ چور کو کھلے میدان میں لے جا کر ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی ساری زندگی ہمت نہیں پڑتی کہ چوری کرے۔ اسی طرح جب کسی قاتل کی گردن اُڑا دی جاتی ہے تو کوئی قتل کرنے کا سوچتا بھی نہیں۔ یہاں جب یہ خوف اُٹھ جائے گا تو معاشرے میں جرائم اور بڑھیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: آپ کو یاد ہوگا جنرل پرویز مشرف نے کہا تھا کہ اگر پاکستان میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا نافذ کر دوں تو ساری قوم ٹنڈی ہو جائے گی۔

نذیر احمد غازی: وہ تو بدنصیب انسان تھا۔ جنرل شاہد عزیز نے جو اُن کے دوست ہیں اپنی کتاب ''یہ خاموشی کہاں تک'' میں کہا ہے کہ پرویز مشرف اکثر اس حدیث پاک کا مذاق اُڑایا کرتا تھا ((الدنیا سجن المومن وجنة الکافر)) ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔'' پرویز مشرف اس کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتا تھا کہ وہ قوم کیسے ترقی کر سکتی ہے جس کا یہ یقین ہو۔ موجودہ حکومت سے ہمیں بڑی توقعات تھیں۔ ہم ان کے لیے نیک تمنائیں رکھتے ہیں۔ میاں شریف صاحب ایک نیک آدمی تھے۔ اس وقت ملک پر اُن کے صاحبزادوں کی حکومت ہے۔ نہ جانے ان کے بیٹے کس طرف چل پڑے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جلاوطنی کے دوران عرب شیوخ کو دیکھ کر ان کا شاہانہ مزاج بن گیا۔ ان کو اس کا احساس نہیں ہے کہ انھیں جو اقتدار ملا ہے وہ امانت ہے۔ یہ ملک اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ ہم نے اللہ اور رسول ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم یہاں تیرا دین نافذ کریں گے، لیکن ہم نے وعدہ خلافی کی بلکہ اب تو اللہ کو چیلنج کرنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تمہارے لیے قصاص میں حیات ہے، اور ہم کہتے ہیں یہ بہت سخت قانون ہے، ہم اسے نافذ نہیں کر سکتے۔ اسی بغاوت کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں، اور آئندہ اور بھی بھگتیں گے۔ اس لیے عوام کو سوچنا چاہیے اس معاملے میں ہمارے علماء کرام کی بھی کوتاہی ہے۔ وہ کس لیے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو اب تو نکلنا چاہیے۔

سوال: سزائے موت اللہ کی مقرر کردہ سزا ہے جسے تبدیل یا ختم کرنا اسلامی قوانین پر شبِ خون مارنے کے برابر ہے۔ کیا ہماری دینی جماعتوں کو اس حکومتی فیصلے کے خلاف مشترکہ تحریک نہیں چلانی چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: جیسا کہ غازی صاحب نے فرمایا کہ یہ ملک اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر بنا تھا، اگر یہاں بھی سیکولر نظام ہی رہنا تھا تو ہندوستان کو تقسیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ آغاز سے پاکستان کا معاملہ دیکھ لیجیے۔ 1949ء میں جب قراردادِ مقاصد پاس ہوئی ہے تو یہاں تک ہم ٹریک پر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہماری گاڑی پٹڑی سے اُتر گئی۔ جب آپ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھتے ہیں اور پھر اسلام کا ''دیس نکالا'' کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو آج ہمارے سامنے ہے، جس کی وجہ سے آج ہماری سلامتی پر سوالیہ نشان لگ چکا ہے۔ ہم کسی غلط فہمی میں نہ رہیں۔ بہت سے ممالک اور ادارے ہمارے بارے میں آخری رائے دے چکے ہیں۔ جہاں تک علماء کی مشترکہ تحریک کا معاملہ ہے تو آپ نے ایک دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔ 1962ء میں ایک فوجی جرنیل اس ملک کے عائلی قوانین کو تبدیل کر دیتا ہے۔ بھارت سیکولر ملک ہے جو ہمارے اسلام کی وجہ سے ہم سے الگ ہوا۔ وہاں شاہ بانو کیس میں مسلمانوں کے عائلی قوانین میں سے ایک شق کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو ہندوستان کے مسلمانوں نے طوفان اُٹھا دیا۔ ایسا طوفان اُٹھا کہ ہندوستان کے وزیراعظم کو پارلیمنٹ میں کہنا پڑا کہ آئندہ مسلمانوں کے عائلی قوانین کو بھارت کی کوئی عدالت نہیں چھیڑ سکتی۔ بھارتی وزیراعظم نے یہ بھی کہا کہ میں نے مسلمانوں کی اس تحریک کی بدولت اسلامی قوانین کا مطالعہ کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ عورت کو جو حقوق اسلام نے دیے ہیں وہ دنیا کا کوئی اور قانون، دنیا کا کوئی اور مذہب نہیں دیتا۔ دیکھئے یہ بھارت کا وزیراعظم کہہ رہا ہے۔ ہمارے ملک میں 51 سال سے غیر اسلامی عائلی قوانین نافذ چلے آتے ہیں۔ مگر اس کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلی۔ ہم نے سیاسی ایشوز بحالیٔ جمہوریت کے لیے تو تحریک چلائی مگر خالصتاً نفاذِ اسلام کے لیے آج تک تحریک نہیں چلائی۔ اگر نفاذِ اسلام کے لیے تحریک چلائی جائے تو اسلام نافذ ہو سکتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ الیکشن کے راستے سے یہاں کبھی اسلام نہیں آ سکتا۔ ہمارے ہاں عوامی تحریک ہی کے نتیجے میں گزشتہ حکومت کو قانون ناموس رسالت (295-C) میں تبدیلی کے حوالے سے جھکنا پڑ گیا تھا، اور حکومت نے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ سزائے موت کے قانون کے حوالے سے بھی تحریک چلے گی تو حکومت گھٹنے ٹیک دے گی۔ لیکن اصل معاملہ یہ ہے کہ بحیثیت مجموعی اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تحریک چلائی جائے۔ اگر اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ہم سب مل کر تحریک چلائیں گے تو ساری چیزوں کو تحفظ حاصل ہو جائے گا۔ ہمارے حکمران اس وقت تک کوئی بات نہیں مانتے جب تک ان کی کرسی کے پائے میں زلزلہ نہ آئے۔ جب کسی زوردار تحریک کے نتیجے میں ان کو اقتدار جاتا ہوا محسوس ہوگا، انہیں ڈر ہوگا کہ اگر ہم نے یہاں اسلامی نظام نافذ نہ کیا، غیر شرعی قوانین ختم نہ کیے تو ہماری حکومت جاتی رہے گی، تو پھر ہی وہ اسلام کی طرف پیش قدمی کریں گے جب تک یہ بات نہیں ہوگی اس وقت تک یہ نہیں ہلیں گے۔ لہٰذا اصل شے یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی بجائے اسلامی نظام آئے اور غیر شرعی قوانین کے بجائے اسلامی قوانین نافذ ہوں۔ اس سے سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

مکالمہ

اسلامی انقلاب کے لیے

احتجاجی تحریک کا راستہ

مصر کی صورتحال کے تناظر میں تنظیم اسلامی کے انقلابی طریق پر مدیر ''نشور'' کی جانب سے اُٹھائے گئے سوالات اور تنظیم اسلامی کے ناظم نشرواشاعت و مدیر ندائے خلافت ایوب بیگ مرزا کے جوابات

مصر میں الاخوان المسلمون کی احتجاجی تحریک کو بزور طاقت کچلنے کے بعد تنظیم اسلامی کے اختیار کردہ احتجاجی تحریک کے ذریعے اسلامی انقلاب کے طریقے پر تحریک اسلامی پاکستان کے ترجمان پندرہ روزہ ''نشور'' کے ''احساسات'' میں مدیر مسئول ڈاکٹر تسنیم احمد نے جو اعتراضات اٹھائے تھے، اُن کا جواب تنظیم اسلامی کے ناظم نشرواشاعت و مدیر ندائے خلافت جناب ایوب بیگ مرزا نے اُن کے نام اپنے خط میں دے دیا تھا۔ جواب الجواب کے طور پر ڈاکٹر تسنیم احمد نے امیر تنظیم اسلامی کے نام لکھے گئے اپنے مکتوب میں ایوب بیگ مرزا کے دفاعی دلائل کو نکات کی صورت میں بیان کر کے اُن پر ایک مرتبہ پھر سوالات اٹھائے ہیں۔ ان نئے سوالات کا جواب بھی جناب ایوب بیگ مرزا نے انہیں اپنے جوابی خط میں ارسال کیا۔ ذیل کی سطور میں جناب تسنیم احمد کا امیر تنظیم اسلامی کے نام خط اور اُس میں اٹھائے گئے سوالات کے جوابات پر مبنی جناب ایوب بیگ مرزا کا خط دونوں یکجا شائع کیے جا رہے ہیں۔ البتہ طوالتِ مضمون اور تکرار سے بچنے کے لیے جناب تسنیم احمد کے مکتوب سے ایوب بیگ مرزا کے دفاعی دلائل والا حصہ حذف کر کے نئے اُٹھائے گئے سوالات ہی شاملِ اشاعت کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ تعالیٰ

محترم جناب عاکف سعید صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ دنوں مصر میں تحریک اسلامی پر جو کچھ بیتی اُس پر میں نے اپنے احساسات براہ راست آپ کو روانہ کیے تھے۔ ان احساسات میں یہ گزارش تھی کہ آپ کی تنظیم اسلامی، اس تجربے کی روشنی میں اپنے طریق انقلاب کا دفاع کرے۔ چند روز قبل جناب ایوب بیگ صاحب کی جانب سے ایک مراسلہ موصول ہوا۔ سچی بات یہ ہے کہ دل بالکل مطمئن نہیں ہو سکا۔ میں آپ کو ترتیب سے اپنے اشکالات روانہ کر رہا ہوں، تاکہ تشفی پا سکوں۔

1۔ چلیے آپ کی بات مان لیتے ہیں (کہ مصر اور پاکستان میں منہاج مختلف ہیں۔ اُس کی مثال پاکستان پر صادق نہیں آتی۔ دونوں کو ملا کر دیکھنے سے معاملہ گڈمڈ ہوتا ہے)۔

2۔ اخوان پر تنقید بہت آسان ہے...... بات تلخ ہو جائے گی اگر ہم ڈاکٹر اسرار صاحب کے افکار میں اور منہاج میں تبدیلیوں کا جائزہ لیں، چھوڑیے، آگے چلیے......

3۔ غور فرمائیں، جب خاموش عوامی ہمدردی حاصل ہو چکی ہوگی تو پھر تو ووٹوں سے بھی تبدیلی آ سکتی ہے۔ ہمارا آپ سے سوال یہ ہے کہ خاموش عوامی ہمدردی، سابقہ سول، ملٹری اور عدالتی بیوروکریسی کو کس طرح تبدیل کرے گی؟

جماعت اسلامی، اخوان المسلمین اور دیگر اسلامی جماعتیں جو انتخاب سے تبدیلی پر یقین رکھتی ہیں وہ بھی عوامی ہمدردی حاصل کرنے کی سعی میں ہوتی ہیں۔ تنظیم بھی اگر اسی خط پر کام کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں کی پہلی منزل ''عوامی ہم دردی'' ہے۔ اس کے بعد دوسری منزل میں فرق یہ ہے کہ جماعت بیلٹ باکس سے اس ہمدردی کے اظہار کو حاصل کرنا چاہتی ہے اور تنظیم اس کو دھرنوں، مطالبوں کے ذریعے سڑکوں اور گلیوں میں حاصل کرنا چاہتی ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اقتدار پر قابض فساق و فجار کا گروہ ''رجوع کر کے وطن عزیز کو مکمل اسلامی فلاحی ریاست بنا دینے پر دلی آمادگی ظاہر کر دے گا اور کاملاً اس کا ثبوت بھی فراہم کر دے گا''؟ تنظیم دلی آمادگی کی ضمانت اور یقین کیسے حاصل کرے گی؟

کیا پوری تاریخ انسانی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ اقتدار پر قابض فساق و فجار کے گروہ نے رجوع کر کے اسلامی نظام کے قیام پر صدق دل سے آمادگی ظاہر کی ہو؟

4۔ پہلی بات: جناب ایوب صاحب لکھتے ہیں ''لیکن تنظیم کی رائے میں'' ہمارا یہ گمان ہے کہ جو کچھ لکھا ہے وہ سب تنظیم کی ہی رائے ہے، آگے جب لاشوں پر لاشیں گرانے والی بات کی ہے تو وہاں تنظیم کے بجائے کہا ہے کہ ''میں کافی حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں'' اس وقت ساری بات کسی ایوب صاحب سے نہیں بلکہ تنظیم اسلامی سے ہو رہی ہے۔ ہم اس بات کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ ''تنظیم یقین رکھتی ہے کہ غیر اسلامی فساق و فجار کی حکومت کے خلاف جلوسوں، مطالباتی مہم اور دھرنوں کے خلاف فوجی کارروائی کے دوران جب کم و بیش بیس ہزار غیر مسلح افراد کی لاشیں گر چکی ہوں گی تب یقیناً فوج میں اندرونی بغاوت ہو جائے گی۔''

دوسری بات: تنظیم اسلامی یہ یقین رکھتی ہے کہ چونکہ اخوان المسلمون نے صرف ڈیڑھ دو ہزار لاشوں پر اپنا دھرنا ختم کر دیا، انہیں اس کو ایرانی انقلاب کی سنت پر بیس ہزار یا اس سے زیادہ جانوں کا نذرانہ دینا چاہیے تھا؟ ان دونوں بیانات کی دلیل کے ساتھ تردید یا تصدیق فرمائیں۔

5۔ پہلی بات: اس بارے میں تنظیم کے پاس کیا یقینی معلومات ہیں؟ (کہ الاخوان المسلمون نے چند جوابی تشدد آمیز کارروائیاں کیں)

دوسری بات: اس دارو گیر صورت حال میں جس کا نقشہ ایوب صاحب کے الفاظ میں ''نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے لاشوں پر لاشیں گر رہی ہوں گی'' کیا کوئی گرنے سے قبل قاتل کا ہاتھ نہیں پکڑ سکے گا؟ قرآن اور سنتِ رسول اللہ ﷺ سے ڈاکٹر اسرار صاحب کے اس فلسفہ عدم تشدد کی دلیل اور تنظیم اسلامی کے ''آخری مرحلہ تصادم'' میں ڈاکٹر اسرار صاحب کے اس فلسفہ عدم تشدد کی عملی صورت گری درکار ہے۔

6۔ آخری مرحلہ تصادم سے قبل یا اسی آخری مرحلے کے کسی ذیلی مرحلے میں نظام باطل کی قوتوں کو کچلنا مرحلوں کی ترتیب میں کہاں جگہ پاتا ہے اور اس کام کی عملی تفصیلات کیا ہیں؟

7۔ تنظیم اسلامی سورۃ الحدید کی تشریح کرتے ہوئے ہمیشہ انقلاب کے لیے لوہے کے استعمال پر اصرار کرتی ہے، مگر القاعدہ یا حزب التحریر یا طالبان کے لوہے کو استعمال کرنے (مسلح طریقے) کو بھی غلط اور انتخابات پر یقین رکھنے والوں کو بھی قرآن کے خلاف موقف اختیار کرنے کا طعنہ دیتی ہے، مگر اپنے لیے حالات بدل جانے کا عذر لے کر ایک نئے طریقے ''اقدام، دھرنے، مطالبے، جلوسوں'' کے طریقے کا اجتہاد کرتی ہے۔ لوہے سے اعراض اگر جماعتِ اسلامی کے لیے ناجائز ہے تو تنظیم اسلامی کے لیے کیوں جائز ہے؟

تنظیم اسلامی کی جانب سے اس مضمون کے ذریعے اپنے موقف کی توضیح اور دفاع سے معلوم ہوا کہ تنظیم بھی خاموش عوامی ہمدردی حاصل کرنے پر انحصار کر رہی ہے اور

اس ہمدردی کے لیے باطل سے پنجہ آزمائی کے بجائے اپنے غیر مسلح کارکنان کی کم سے کم بیس ہزار لاشوں پر لاشیں گروانے کا فلسفہ رکھتی ہے۔ تنظیم سے سوال یہ ہے کہ جولوگ اس خون ریزی کے بجائے بیلٹ باکس کے ذریعے عوام سے ہمدردی کا اظہار چاہتے ہیں آخر اُن کا اجتہاد کیوں ضال ومضل ہوگیا؟ قرآن وسنت کی دلیل چاہیئے؟

8۔ تنظیم سے ہماری گزارش یہ ہے کہ اُس کا سارا انحصار خاموش عوامی ہمدردی حاصل کرنے پر ہے۔ ایک سادہ سے سوال کا جواب دیجیے ''اس خاموش عوامی ہمدردی کے نتیجے میں عوام کی اکثریت آپ کے ساتھ ہوگی یا ایک معمولی اقلیت؟''

اگر اکثریت ساتھ ہوگی تو پھر تنظیم اسلامی احتجاجی تحریک میں اپنے کارکنان کی بیس ہزار لاشیں گروائے بغیر بیلٹ باکس سے نفاذ اسلام کیوں نہیں کرے گی؟

اگر معمولی اقلیت ہوگی تو کیا جواز ہے مطالبوں کا اور اُس کے لیے اپنی کم سے کم بیس ہزار لاشیں گروانے کا؟

9۔ معاف کیجیے گا، یہ ایک اسلامی ملک نہیں، یہ ملک ایک اسلامی چڑیا گھر ہے جس میں چور، ڈاکو، زانی، کرپٹ، سیکولر، ملحد، شکم پرست مولویوں...... سب کو چڑیا ہی گنا جاتا ہے۔ (چڑیوں میں کوئی قدرِ متفق نہیں ہے سوائے ''کرپشن، بدکاری، چوری، سیکولر خیالات اور مذہب کے نام پر گدی جمانے اور پیسہ کمانے سے چمٹے رہنے پر جب تک کہ موت نہ آئے''، اور ان کو چھوڑے بغیر دین اسلام آ نہیں سکتا، یقین کر لیجیے اس ملک کے ''بگڑے ہوئے مسلمانوں'' کا بچہ بچہ میرے اور آپ کے تصورِ دین اور پالیٹیکل اسلام کا جانی دشمن ہے۔ شاہ ولی اللہؒ، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور سید قطبؒ کے تصورِ دین کا دشمن ہے۔ اُن حضرات کے دین کا دشمن ہے جن کی ڈاکٹر اسرار نے خوشہ چینی کر کے تنظیم اسلامی کا خمیر گوندھا ہے۔)

ختمِ نبوت اور گستاخی رسول پر اضطراب کا تعلق نظامِ اسلام سے محبت کی بنا پر نہیں بلکہ قوم کا رسول اللہ ﷺ سے جذباتی تعلق ہے، جس کو معدودے چند صادق القول اعلائے کلمۃ اللہ کے داعی ہی نہیں تمام کلمہ گو دلوں میں بسائے ہیں۔ اِن امور پر بلا شبہ جب دینی جماعتیں متحد ہوئیں تو کچھ بات بنی، رہی بات باقی تمام معاملات میں اسلام اور اُس کے سیاسی نظام کے غلبہ کی تو سنیں...... تکلف برطرف، اکثر دینی جماعتیں بنی ہی اختلاف وانتشار کو فروغ دینے کے لیے ہیں!! ان کے متحد ومتفق ہونے سے جو طوفان اٹھے گا...... الامان والحفیظ

آپ بڑا معصوم سا سوال اٹھاتے ہیں ''نفاذِ شریعت اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تمام دینی جماعتوں کی مشترکہ جدوجہد آخر کیوں کامیاب نہیں ہوگی؟'' پہلے طے کریں کس تصورِ اسلام کے لیے مشترکہ جدوجہد؟ اے کاش آپ کی سمجھ میں آجائے میری بات! آپ اب وہ فلسفہ بیان نہ کریں جو سید مودودیؒ ماچھی گوٹھ میں اختیار کر کے اُن نامعلوم منزلوں کی طرف قافلے کو لے گئے کہ اپنے آخری ایام میں کوشش کے باوجود پھر جماعت کو راہ پر نہ لا سکے۔

(پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد)

☆☆☆---☆☆☆

محترم ڈاکٹر تسنیم احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مصر کے حالات کے تناظر میں تنظیم اسلامی کے موقف پر آپ کا جواب الجواب موصول ہوا۔ سرسری نگاہ ڈالنے پر یہ رائے بنی تھی کہ ایسے مباحث چونکہ اکثر نتیجہ خیز نہیں ہوتے، لہٰذا جو کچھ جواب میں عرض کیا جا چکا ہے اسی پر اکتفا کیا جائے۔ لیکن غور سے پڑھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ بعض چیزوں کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ نکتہ بہ نکتہ جواب حاضر ہے۔ آپ کے اعتراض کا نمبر لگا کر جواب عرض کیا ہے:

1۔ الحمدللہ

2۔ الاخوان نے اپنے اصولی مؤقف میں متعدد مواقع پر جو لچک پیدا کی یا تبدیلیاں کیں، راقم نے ان کی باقاعدہ نشان دہی کی تھی۔ البتہ یہ وضاحت بھی کر دی تھی کہ یہ سب کچھ نیک نیتی سے کیا گیا ہوگا، یہ اسلامی نظام کے لیے بے تابی کا اظہار ہو سکتا ہے۔ آپ نے جواباً بانی تنظیم اسلامیؒ کے افکار ومنہاج میں تبدیلیوں کے جائزہ کی بات کی ہے۔ محترم نسیم صاحب زیر بحث مسئلہ اصلاً تنظیم اسلامی کے منہج انقلاب کا ہے۔ بات تب بنے گی اگر آپ بھی باقاعدہ نشاندہی کریں کہ تنظیم کے منہج میں فلاں فلاں تبدیلی کی گئی۔ افکار، اگرچہ زیر بحث نہیں تھے، تاہم ان پر بھی بات کی جا سکتی ہے۔

3۔ اس حوالہ سے عرض ہے کہ ہو سکتا ہے کہ راقم بات نہ سمجھ سکا ہو لیکن غالب امکان یہ ہے کہ اس نکتہ کو آپ نے بالکل سرسری دیکھا ہے اور جواب رقم کر دیا گیا، وگرنہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے۔ محترم ڈاکٹر نسیم صاحب! عوامی ہمدردی ہمیشہ ظلم وستم کے ردعمل میں حاصل ہوتی ہے۔ خط کے مندرجات پر غور فرمائیں، عرض کیا تھا کہ اسلامی نظریاتی جماعت صرف اللہ کی رضا کی خاطر جدوجہد کرے گی۔ آپ نے بھی ذکر فرمایا ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ فاسق وفاجر حاکم کبھی بدلا نہیں کرتے۔ لیکن یہ آفر کرنے سے کہ اگر موجودہ حکمران ہی اسلام نافذ کر دیں گے تو ہم قیادت کی تبدیلی کا مطالبہ نہیں کریں گے، دو فوائد ہوں گے۔ ایک یہ کہ حکمرانوں پر اتمام حجت ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ اکثریتی عوام یہ جان لیں گے کہ یہ لوگ صرف نظریہ کا نفاذ چاہتے ہیں، ذاتی اقتدار کے لیے مرے نہیں جاتے اور ان اہل حق پر ظلم وتشدد صرف اللہ کا نظام نافذ کرنے کے جرم میں کیا جا رہا ہے۔ لال مسجد کا واقعہ اکثریتی عوام کی خاموش ہمدردی کی تبدیلی کی بہت بڑی مثال ہے۔ جب کچھ لوگ لال مسجد میں محصور ہو کر بندوقیں تھام کر اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کر رہے تھے تو اکثریتی عوام اُن کے طریقہ کار کو اور انداز کو غلط قرار دے رہے تھے، اور اُن سے کسی ہمدردی کا اظہار نہیں کر رہے تھے۔ لیکن جونہی اپریشن ہوا، ظالمانہ انداز سے لوگوں کو قتل کیا گیا، فوری ردعمل میں عوام کی اکثریت اُن سے اظہار ہمدردی اور اُن سے ہونے والے سلوک کو وحشیانہ کہنے لگی۔ حضرت! کب یہ کہا گیا ہے کہ خاموش اکثریت سول' ملٹری' عدالتی بیوروکریسی کو تبدیل کر دے گی۔ اس کا کردار اس قدر ہے کہ وہ اس فوج کی پشت پر نہیں ہوگی جو ظلم کر رہی ہوگی، اور آج کے دور میں خواہ زبان بندی بھی کر دی جائے تو بھی رائے معلوم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا قاتل فوج کو معلوم ہوگا کہ اگرچہ اکثریتی عوام آواز نہیں نکال رہے لیکن وہ چاہتے کیا ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب! انتخابات کے معاملے میں یہ بات بالکل برعکس ہو جاتی ہے۔ جو کچھ سیاسی جماعتیں کر رہی ہوتی ہیں انیس بیس کے فرق سے وہی کچھ مذہبی جماعتیں بھی انتخابات میں حصہ لینے کے حوالے سے کر رہی ہوتی ہیں۔ کروڑوں روپے کے اخراجات سے ہاتھ کی بنی ہوئی بڑی بڑی دیو قامت تصاویر بڑے چوراہوں پر آویزاں کی جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ علماء کا ایک طبقہ کیمرے کی تصویر کو عکس قرار دے کر جائز تسلیم کرتا ہے۔ تنظیم بھی اسی رائے کی حامل ہے۔ لیکن ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر کے بارے میں براہ کرم علماء سے رائے پوچھ لیں، جواب ایک ہی ملے گا۔ وہی نعرہ بازی وہی انتخابی ہتھکنڈے۔ لہٰذا کچھ نہ کچھ اسلامی ذہن رکھنے والے پاکستانی جو تحفظ ناموس رسالت کے جلوس میں جوش وخروش سے شامل ہوتے ہیں وہ اسلامی نظام کے قیام کی خواہش رکھنے کے باوجود ان حرکات سے متنفر ہو کر اور اس نعرہ کو درست جان کر کہ مولوی اسلام نہیں اسلام آباد چاہتے ہیں، مذہبی جماعتوں کو ووٹ نہیں دیتے۔ یہاں برعکس ردعمل بالکل

فطری بات ہے۔ لہٰذا وہ مسلم لیگ جیسی نام نہاد اسلام پسند جماعت کو ووٹ دیتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے 1970ء کے انتخابات سے غالباً دو دن پہلے ''شوکت اسلام'' کے نام سے جلوس نکالا۔ یوں لگتا تھا کہ سارا لاہور امڈ آیا ہے، لیکن 48 گھنٹے بعد جب انتخابات ہوئے تو ایک سیٹ بھی نہ ملی۔ وجہ بالکل واضح تھی۔ اس جلوس کا شاہانہ انداز، اس پر خرچ ہونے والا سرمایہ اور خاص طور پر اس میں لگنے والے نعروں کی زبان وغیرہ۔ لہٰذا ایسی صورت میں عوامی ہمدردی کا کیا سوال۔ ایک بات کو دہرائے دیتا ہوں کہ یہ حقیقت ہے کہ فساق اور فجار کا گروہ اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے کیسے آمادہ ہو سکتا ہے۔ بات یقیناً درست ہے اور بالکل درست ہے لیکن انسانوں کی حالت کے بارے میں فرمانِ نبویؐ ہے کہ انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے، وہ جب چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ پھر یہ کہ اتمام حجت تبلیغ کا بنیادی اصول ہے، جس کے لیے بڑے پیمانے پر دعوت کا کام ناگزیر ہے۔

4۔ محترم ڈاکٹر نسیم صاحب! اس کی تصدیق کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ پاکستان کی تاریخ خود اس کی گواہ ہے اور تنظیم کی سوچ پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے دوران بھاٹی چوک لاہور میں جب فوج کی گولیوں سے چند نوجوان زمین پر گرے اور انہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی تو موقع پر موجود انچارج نے (ان کا نام غالباً بریگیڈیئر اشرف گوندل تھا) ہائی کمان کا مزید گولی چلانے کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ حال ہی میں بعض ایسے واقعات ہوئے ہیں جن کا تحریر کرنا مناسب نہیں، بالمشافہ گفتگو میں بتائے جا سکتے ہیں۔

5۔ پہلی بات یہ ہے کہ خود عرض کیا تھا کہ یہ جھوٹ اور مغرب کا پروپیگنڈا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یقینی معلومات فراہم کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ نسیم صاحب! نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی اس کی واضح، روشن اور بہت بڑی دلیل ہے۔ روایت ہے کہ ایک صحابی نے ردعمل میں کوئی معمولی جوابی کارروائی کی تھی جس پر نبی اکرم ﷺ نے ان کی سرزنش فرمائی۔ فلسفۂ عدم تشدد تو قرآنی فلسفہ ہے۔ مکی زندگی میں ''کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ'' کی حکمت عملی کا آپ کیا مطلب نکالیں گے۔ حضور ﷺ سے زیادہ قرآن پر عمل پیرا کون ہوگا۔

6۔ جیسا کہ عرض کیا گیا تھا کہ ایک وقت آنے پر کوئی لانس نائیک اپنی بندوق کا رخ پھیر دے گا یا کپتان اور میجر اپنے کمانڈر کو ''نو مور سر'' کہیں گے تو فوج کی سینئر قیادت کے پاس سرنڈر کے سوا کوئی راستہ نہیں بچے گا۔ جرنیل کی قوت سپاہی کی بندوق میں ہوتی ہے۔ اس کا رخ پھر گیا تو فوجی قیادت کی قوت بری طرح کچلی جائے گی۔ عدلیہ کے پاس اپنی کوئی قوت نہیں ہوتی، اس کو ریاست کی فوج اور انتظامیہ نے قوت دی ہوتی ہے۔ لہٰذا عدلیہ یا رخصت ہوگی یا اپنا قبلہ تبدیل کرے گی۔ یہی حال سول بیوروکریسی کا ہوگا۔

7۔ محترم تنظیم کے منہج میں تصادم کے آخری مراحل میں لوہے کے استعمال کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ سورۃ الحدید کی آیت 25 میں بلاشبہ حدید یعنی لوہے کے حوالے سے فرمایا گیا کہ یہ جنگ کے حوالہ سے بہت مؤثر ہوتا ہے اور لوہے کے بے شمار دیگر فوائد بھی ہیں۔ بلاشبہ منہج نبویؐ میں آخری مراحل میں فولاد کا براہ راست استعمال تھا، لیکن چونکہ وہاں مقابلہ کھلے کافروں اور مشرکوں کے ساتھ تھا اور یہاں پاکستان میں باطل نظام کے علمبردار خود مسلمان ہی ہیں جو کلمہ گو ہیں۔ لہٰذا یہاں آخری مرحلہ میں طاقت کا استعمال لوہے کی قوت سے نہیں بلکہ بھرپور تحریکی قوت یعنی ایک مضبوط حزب اللہ کی تشکیل اور بھرپور دعوتی عمل کے بعد پُرامن مطالباتی جلوس اور بالآخر نفاذ شریعت کے مطالبے کی خاطر دھرنے کے ذریعے سسٹم کو بلاک کرنا ہی دراصل مسلح جدوجہد کا بدل اور طاقت کا اظہار ہے۔ ویسے بھی آج باطل نظام کے رکھوالوں کے پاس جس نوع کا اسلحہ اور ٹیکنالوجی ہے، اُس کی بنا پر ریاست کے ساتھ کھلی جنگ ممکن نظر نہیں آتی۔ خدا جانے آپ کو کہاں محسوس ہوا کہ تنظیم انقلاب کے لیے لوہے کے استعمال پر اصرار کرتی ہے۔ لہٰذا کسی کے لیے جائز اور کسی کے لیے ناجائز کا سوال ہی نہیں۔ خاموش ہمدردی کا ذکر آپ پھر لے آئے۔ تنظیم کی رائے یہ ہے کہ ظلم و تشدد کے ردعمل میں ہمدردی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے اور شان و شوکت آن بان اور روایتی حربے استعمال ہونے سے ردعمل ہمیشہ مخالفانہ ہوتا ہے۔ ہزاروں لوگوں کی مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ وہ مذہبی جماعتوں کے احتجاجی جلسہ جلوس میں شامل ہوتے ہیں، لیکن انہیں ووٹ نہیں دیتے۔ یہی صورت حال رہی تو کبھی دیں گے بھی نہیں۔

8۔ نکتہ نمبر 8 کا تفصیلی جواب عرض کیا جا چکا ہے۔ مزید صرف اتنا عرض کر دوں کہ جس خاموش ہمدردی کا ذکر خیر آپ ہر نکتہ میں کر رہے ہیں (حالانکہ ہماری اس انقلابی جدوجہد کا انحصار خاموش اکثریت کی ہمدردی کے حصول پر ہرگز نہیں ہے) اُس خاموش اکثریت کی تعریف کرنے کی اگر کوشش کی جائے تو وہ کچھ یوں ہوگی کہ عملی طور پر انقلاب کے حوالے سے وہ شاید ایک قدم بھی نہ اٹھائیں لیکن باطل اور متشدد قوتوں کے خلاف ان کے دل میں نفرت ہوگی اور انقلابیوں کے لیے ہمدردی کا جذبہ ہوگا اور وہ دل ہی دل میں اُن کے لیے دعا کر رہے ہوں گے اور یہ بات کھلا راز ہوگی۔ متشدد قوتیں اس کا اثر قبول کیے بغیر نہ رہ سکیں گی۔ لہٰذا ایک طرف انقلابیوں کا خون بہہ رہا ہوگا اور دوسری طرف خاموش فضا متشدد قوتوں کے حوالے سے انتہائی ناموافق ہوگی۔ یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ جان و مال کی قربانی کے حوالے سے عملاً جو کچھ کرنا ہے وہ انقلابی جماعت کے کارکنوں کو کرنا ہے۔

9۔ آخری نکتہ میں آپ کی مایوسی عیاں ہے اور یہ ایسی بلا جواز بھی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اقامت دین کی جدوجہد ایک دینی فریضہ سمجھ کر کرنی ہے اور زندگی کے آخری سانس تک کرنی ہے۔ انسان کا کام کوشش کرنا ہے، نتائج اس کے اختیار میں نہیں ہوتے۔ لیکن ایک حقیقت قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ خلوص سے اللہ کی راہ میں توانائیاں لگانے والا مسلمان اللہ کی رحمت سے محروم نہیں رہتا۔ اللہ نے اس کے لیے ایسی جنت تیار کرائی ہے جس کی نعمتوں کو نہ تو کسی نے دیکھا نہ سنا اور نہ ان کا آج تصور کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اگر دنیا میں اسلامی نظام قائم ہو گیا تو سونے پہ سہاگہ ہوگا۔ دینی جماعتوں کے حوالہ سے آخر میں آپ نے جو تبصرہ کیا ہے اس کی تصدیق یا تردید کیا کریں، اللہ ہمیں ہدایت دے۔ وہ دینی جماعتیں جنہوں نے ایم ایم اے بنا کر انتخابات کے میدان میں جزوی کامیابی حاصل کی تھی (اگرچہ بعض کی رائے کے مطابق پرویز مشرف نے امریکہ کو اپنے حق میں بلیک میل کرنے کے لیے عملی مدد کی تھی) بہرحال جزوی کامیابی تو ہوئی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب اگر کوئی ایم ایم اے پھر وجود میں آئی تو اس کی توقع بھی نہیں ہے۔ اے کاش ہماری دینی جماعتیں خلوص نیت کے ساتھ ایک مرتبہ انتخابی کے بجائے انقلابی اتحاد کر لیں، اللہ رب العزت مدد کرے گا۔ ان شاء اللہ

دعا کا طالب
مرزا ایوب بیگ
(مرکزی ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
قرآن اکیڈمی 36 ماڈل ٹاؤن لاہور

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

انجینئر مختار فاروقی

حضرت محمود حسنؒ 1268 ہجری، 1851 میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ دارالعلوم دیوبند کے پہلے شاگرد تھے جو بعد میں مدرسے کی توسیع وترقی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔ پہلے مدرس اور پھر پہلے شیخ الحدیث بھی بنے۔ اس دارالعلوم سے لاکھوں تشنگانِ علم نے اپنی پیاس بجھائی اور اقصائے عالم میں اپنے علمی وفکری اور عملی کارناموں سے امت مسلمہ کا نام روشن کیا۔ تاہم اس مادرِ علمی نے شیخ الہند سے بڑا سپوت آج تک پیدا نہیں کیا۔ تحریک شہیدین کے وارثوں کا خلوص واخلاص تھا اور امت مسلمہ کی زبوں حالی اور برطانوی استعمار کی جبری غلامی (مُلْکًا جَبرِیًّا) سے آزادی کا جذبہ تھا جو جبر واستبداد کے باوجود سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور مختلف شکلوں میں نمودار ہو کر اپنے جوہر دکھاتا رہا، تا آنکہ 1947ء میں مسلمانانِ ہند کو آزادی حاصل ہوگئی۔

شیخ محمود حسن صاحب کی علمی قابلیت کا اندازہ اولاً آپ کی پورے برطانوی ہند میں علمی شہرت اور برتری سے اور دوسرے درجے میں آپ کے مشہور تلامذہ کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔ دنیا میں یہ عام اُصول تسلیم کیا جاتا ہے کہ جیسے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح کوئی شخصیت اپنے شاگردوں سے پہچانی جا سکتی ہے۔ آپ کے علمی مقام کے پیش نظر آپ کے ہم عصر علماء وفضلاء نے آپ کو شیخ الہند کا خطاب دیا جبکہ آپ کے شاگردوں میں سے چند مشہور اصحابِ علم و فضل کے نام درج ذیل ہیں:

- علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
- مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، (جن کے شاگرد خاص علامہ محمد یوسف بنوری نے جامعہ بنوریہ کراچی کی بنیاد رکھی)
- علامہ عبیداللہ سندھیؒ
- مولانا حفیظ الرحمٰن سیوہارویؒ
- مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانیؒ جنہوں نے دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی۔ مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی رفیع عثمانی وغیرہ اُن کے ابناء واحفاد ہیں۔
- مولانا حسین احمد مدنیؒ جو حضرت کے سیاسی مشن کے جانشین بنے۔
- مفتی کفایت اللہ دہلویؒ
- مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ (بانی تبلیغی جماعت)
- مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ (مشہور عالم دین اور صوفی بزرگ)

حضرت محمود حسنؒ نے چالیس سال دیوبند میں تدریس کا کام کیا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد تھے۔ طلبہ کابل سے لے کر آسام تک سے آتے تھے اور علم کے اس سرچشمہ سے خوب خوب سیراب ہوتے تھے۔ آپ نے علم کے ساتھ ساتھ شاگردوں کی ہمہ جہتی تربیت بھی فرمائی اور ان میں جذبۂ جہاد کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔

قید وبند کی صعوبتیں

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ (وفات 1899ء) کے بعد آپ نے جہاد حریت اور برطانوی سامراج سے ملکی آزادی کے لیے بہت کام کیا اور اندرونِ ملک ہی نہیں افغانستان، ترکی اور حرمین شریفین تک رابطے فرمائے۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک تحریک کا آغاز فرمایا اور اس کا جال پورے ملک اور بیرونِ ملک پھیلا دیا۔ اس تحریک کا منصوبہ یہ تھا کہ پہلے افغانستان ہجرت کی جائے اور وہاں سے والیٔ افغانستان کی مدد سے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کا آغاز کیا جائے۔ شیخ الہند نے اس منصوبے پر انتھک کام کیا۔ اس تحریک کی بدولت آپ کے کارکن پورے ہندوستان میں سرگرم تھے اور یہ منصوبہ آگے بڑھ رہا تھا۔ اسی سلسلے میں 1916 میں آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں قیام کیا اور ارادہ تھا کہ ترکی حکومت سے رابطہ کریں اور انہیں اس منصوبہ کا قائل کریں۔ آپ کی سرگرمیوں اور ملاقاتوں کے پیش نظر شریف مکہ کی حکومت نے گرفتار کر کے آپ کو انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور انگریز نے آپ کو بحیرۂ روم کے قدیم عیسائی مرکز جزیرۂ مالٹا میں چار سال کے لیے قید کر دیا اور رہائی اس وقت ملی جب ڈاکٹروں نے ٹی بی کی تشخیص کر دی۔ ٹی بی اس وقت تک قابل علاج مرض نہیں تھا۔ آپ چار سال کی قید کاٹ کر جون 1920ء میں ممبئی کے ساحل پر اُترے تو استقبال کرنے والوں میں آپ کے عقیدت مندوں اور شاگردوں کے علاوہ چوٹی کے ہندو سیاسی لیڈر مہاتما گاندھی بھی موجود تھے۔ قید و بند کی اس صعوبت میں آپ کے شاگرد (حضرت) حسین احمد مدنیؒ مدینہ سے ہی آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اور انہوں نے آپ کے ساتھ خدمت کے جذبے اور حق شاگردی کی ادائی کے لیے رضاکارانہ جیل کاٹی اور استاد کی خوب خوب خدمت کی۔ حضرت شیخ کی عمر 1916ء میں 66 سال کی تھی۔

ریشمی رومال کی تحریک

یہ سیاسی تحریک تھی...... جہاد حریت اور وطن کی آزادی کا پیغام آپ نے جس طرح وسائل کی کمی کے باوجود عام کیا اور حکومتی مشنری کو حیران کر کے رکھ دیا وہ آپ کے اخاذ اور اعلیٰ ذہن کی پیداوار تھی۔ یہ ملک گیر تحریک جو بعد میں بے نقاب ہوگئی، ریشمی رومال کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ آپ نے پیغام رسانی کے لیے ایسا طبقہ ایجاد کیا کہ برطانوی ایجنسیاں عرصہ دراز تک اس کی کھوج نہ لگا سکیں۔ یہ تحریک آپ کی وفات کے بعد ملتان میں پکڑی گئی اور اس طرح اس کی تفاصیل سامنے آنے پر کارکنوں کو ہراساں کر کے تتر بتر کر دیا گیا۔

اس تحریک کا نام ''ریشمی رومال تحریک'' اس لیے پڑ گیا تھا کہ آپ کے کارکن اپنے کاندھے پر ایک ریشمی رومال رکھے تھے (جیسے علماء کے ہاں آج کل بھی طریقہ ہے) اسی رومال کو پیغام رسانی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ آج بھی ان رومالوں پر مختلف قسم کے پھول بوٹے اور انداز ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ الہند نے اسی کڑھائی (EMBROIDERY) میں تحریر کا ایک خاص انداز ایجاد کیا اور اس کو استعمال کر کے تحریک کی بنیاد بنا دیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی علمی برتری بھی مسلم تھی۔ برطانوی ہند میں مسلمانوں کے درمیان دینی علم کے بے شمار مراکز اور خانقاہیں تھیں، جس میں دہلی کے آس پاس کا علاقہ نمایاں تھا۔ اس کے علاوہ بریلی، بدایوں، فرنگی محل، اجمیر شریف وغیرہ بھی بہت اہمیت کے حامل تھے۔ حضرت شیخ الہند پورے ہند میں تمام مسالک کے علماء کے متفقہ سرخیل تھے۔ اس وقت پورے برطانوی ہند میں مسلمانوں کا ایک ہی مذہبی پلیٹ فارم تھا جمعیت علماء ہند اور آپ اس کے صدر تھے۔ اس جمعیت میں علماء اہل حدیث، علماء احناف اور شیعہ مسالک کے علماء بھی جمع تھے۔ دیوبندی بریلوی علماء کی بھی تقسیم ابھی اتنی گہری

نہیں تھی جتنی آج ہے۔ بریلوی علماء میں مولانا احمد رضا خان صاحب کے علاوہ سب اس جمعیت میں موجود تھے بلکہ بریلوی علمائے اجمیر شریف مولانا معین الدین اجمیری کے علاوہ احمد رضا خان صاحب کے داماد مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی بھی اس میں شامل تھے (آپ پاکستان کے مشہور عالم دین مولانا شاہ احمد نورانی کے والد کے اور مولانا انس نورانی کے دادا تھے)۔ یوں سیاسی اعتبار سے بھی، جہاد حریت اور آزادی وطن کی جدوجہد کے اعتبار سے بھی اور رسوخ فی العلم کے اعتبار سے بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا۔

آپ نے 1916ء سے جون 1920ء تک مالٹا میں جیل کاٹی۔ واپسی پر آپ کا ممبئی سے دیو بند تک ہر جگہ شاندار استقبال ہوا۔ دیو بند میں ایک استقبالیہ جلسہ منعقد ہوا جس میں آپ کے شاگردوں اور عقیدت مندوں نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ اس میں آپ نے بڑے درد بھرے لہجے میں فرمایا: (یہ روایت مفتی محمد شفیع صاحب کی ہے جو اس جلسہ میں موجود تھے)

''میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں، تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے: ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کر دوں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔''

(اقتباس: از ''وحدت امت'' تالیف مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب)

وطن واپسی پر آپ کو جہاد حریت کے لیے کئی اقدام کرنے کا موقع ملا جن میں ایک اہم بات یہ تھی کہ مولانا ابوالکلام آزاد جو مدارس سے فارغ التحصیل تو نہ تھے مگر 1912-1916 تک اپنے جریدوں البلاغ اور الہلال کے ذریعے حکومت الٰہیہ کے قیام کی بھرپور دعوت پورے ملک میں بڑے زوردار انداز میں عام کر چکے تھے۔ آپ نے ابوالکلام آزاد کی پہلے بھی تصویب فرمائی تھی تاہم واپسی پر ان کے تجربے اور حالات حاضرہ پر گہری نظر کی وجہ سے مسلمانوں میں نصب امام کے لیے ''امام الہند'' بنانے کی کوششیں فرمائیں جو بوجوہ کامیاب نہ ہو سکیں۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ آپ نے مسلمانوں میں علی گڑھ اور دیو بند کے جدا راستوں کو مسلمانوں کی قوت کی کمزوری پر قیاس کرتے ہوئے علی گڑھ (جدید علوم کی درسگاہوں) سے رشتۂ الفت ومحبت جوڑنے کی سعی بلیغ فرمائی۔ آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود علی گڑھ کا دورہ فرمایا اور وہاں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لیے لبیک کہا کہ میں اپنی گم شدہ متاع کو یہاں پانے کا اُمیدوار ہوں۔ بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر الٰہی کی روشنی جھلک رہی ہے...... اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم خوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جا رہی ہیں، مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور سکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی جانب بڑھایا اور اس طرح ہم نے دو تاریخی مقاموں دیو بند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔''

(خودنوشت سوانح حیات مولانا حسین احمد مدنی)

مسلمانوں کے اندر علم کے دو جُدا دھارے (علی گڑھ اور دیو بند ودیگر دینی مدارس) نئی نسل میں فکری انتشار کا باعث بن رہے تھے اور یہ خلیج وقت کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ اس خلیج کو پُر کرنے یا کم کرنے کے لیے اصحاب علم ودانش نے کئی کوششیں فرمائیں جیسے ندوۃ العلماء لکھنؤ کا قیام وغیرہ، تاہم یہ خلیج کم نہ ہو سکی۔ اسی سلسلے میں ایک کوشش حضرت شیخ الہند نے فرمائی۔ دہلی میں اپنے معتقدین اور متوسلین کے ذریعے جامعہ ملیہ کا قیام عمل میں لائے۔ اس ادارے نے گزشتہ ایک صدی میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔

مسلمانوں کی بہتری کے لیے ایک تیسرا کام آپ نے یہ کیا...... جیسا کہ آپ نے خطبہ استقبالیہ میں فرمایا کہ مسلمانوں نے قرآن مجید سے دوری اختیار کر لی ہے، اس لیے قرآن مجید کے علوم کو عوامی سطح پر لانا چاہیے اور عام کرنا چاہیے۔ یہ سوچ آپ کی پہلے سے تھی، ایام اسیری میں جتنا غور فرمایا یہ سوچ اور پختہ ہو گئی۔ اسی سوچ کے تحت آپ نے قرآن کا ترجمہ کیا اور سلیس زبان میں حواشی لکھنے کا آغاز کیا جسے بعد میں آپ کے ہونہار اور لائق شاگرد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (شیخ الاسلام پاکستان) نے مکمل فرمایا اور تفسیر عثمانی کے نام سے مطبوعہ موجود ہیں۔ یہ حواشی مختصر ہونے کے باوجود آج بھی نہایت مستند سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے دیباچے میں آپ نے علماء کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''حضرات علمائے کرام نے عوام کی بہبودی کی غرض سے جیسے سہل اور آسان متعدد ترجمے شائع فرما دیے ہیں ایسے ہی اس کی بھی حاجت ہے کہ علی العموم مسلمانوں کو اُن ترجموں کے سیکھنے اور اُن کے سمجھنے کی طرف رغبت بھی دلائی جائے۔ علمائے کرام اہل اسلام کو خاص طور سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اور اس کی منفعت دلنشین کرنے میں کوتاہی نہ فرمائیں بلکہ ترجمہ کی تعلیم کے لیے ایسے سلسلے بھی قائم فرما دیں کہ جو چاہے اسے بسہولت اپنی حالت کے مناسب اور فرصت کی موافق حاصل کر سکے۔ واللہ الموفق والمعین۔''

قرآن مجید کے علوم کی عوامی سطح پر عام کرنے کی ضرورت کا احساس جتنا حضرت شیخ الہند کو 1920ء میں تھا اس بڑھ کر اس کی ضرورت آج بانوے سال بعد 2013ء میں ہے۔ ''عوامی درس قرآن'' کا لفظ حیرت ہے حضرت شیخ الہند نے 1920ء کے لگ بھگ ارشاد فرمایا حالانکہ پاکستان میں عوام کی زبان پر ''عوامی'' کا لفظ وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں آیا۔

کاش آج بھی اس طرف توجہ مبذول ہو اور اختلافات کو بھلا کر قرآن مجید کو حقیقتاً عام کرنے کا بیڑا اُٹھایا جائے اور گلی گلی کوچے کوچے اس کو عوامی بیداری کا ذریعہ اور اساس بنایا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ ایک طرف ہمارے درمیان اتحاد و یگانگت پیدا ہو جائے اس لیے کہ آج بھی قرآن مجید امت کے اتحاد کا ذریعہ اور اساس بن سکتا ہے اور دوسری طرف مسلمان اسی سے اپنے اندر ایک شعوری انقلاب برپا کر کے امریکی غلامی سے نکلنے پر آمادہ ہوں گے۔

شیخ الہند کی تصنیفات کم ہیں۔ آپ نے اپنے شاگردوں کی شکل میں سیرت و کردار کے پیکر تصنیف فرمائے جو دعوت وتبلیغ، اصلاح اُمت، علم وتحقیق، جہاد آزادی اور حفاظت دین کے میدان کے شہسوار بنے اور آپ کے لیے توشۂ آخرت۔

حضرت شیخ الہند نے نومبر 1920ء میں وفات پائی اور ہزاروں شاگردوں اور لاکھوں ابنائے وطن کو سوگوار چھوڑ کر دیو بند میں مدفون ہوئے۔

(یہ مضمون انجینئر مختار فاروقی کی کتاب ''21 اسلامی انقلابی شخصیات'' میں شامل مضمون ''حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن'' کا اختصار ہے۔ مکمل سوانح کتاب مذکور میں دیکھی جاسکتی ہے)

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام 21 ستمبر بعد نماز عصر تا 22 ستمبر نماز ظہر جامع مسجد دارالسلام جاتلاں میں منعقد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ اس کے بعد نقیب اسرہ (تنظیم اسلامی جاتلاں) ناظم حسین نے درس حدیث دیا۔ درس میں دوسروں کو کھانا کھلانے اور سلام کو عام کرنے کی ترغیب دی گئی۔ بعد نماز مغرب طلعت شاہ نے روزمرہ کے آداب بیان کیے۔ قاری عبدالروف نے مجلس کے آداب بیان کئے۔ محمد نعمان نے جہاد کی فضیلت پر گفتگو کی۔ پروفیسر عبدالباسط نے سورۃ العصر پر مدلل بیان کیا۔ بعد نماز عشاء نقیب اسرہ (چکوال) شہزاد بٹ نے توحید، ذکر اور شکر پر پُر مغز خطاب کیا۔ اس کے بعد رفقاء نے آرام کیا۔ رات کے آخری پہر رفقاء بیدار ہو کر ذکر اذکار اور انفرادی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ بعد ازاں پروفیسر ندیم مجید نے قربانی کے متعلق مذاکرہ کرایا۔ بعد نماز فجر ظفر اقبال امیر مقامی تنظیم جاتلاں نے سورۃ النور کے پانچوں رکوع کا درس دیا۔ جناب مشتاق حسین نے وضو اور غسل کے فرائض بیان فرمائے۔ ناشتے کے بعد علی اختر نے دعوت کے طریقہ کار پر مذاکرہ کرایا اور اِس ضمن میں عمومی کمزوریوں کی نشاندہی کی اور دعوت کے ذرائع کی وضاحت کی(اس کے بعد احمد بلال ایڈووکیٹ نے انقلاب محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام بیان کیا۔ آخری بیان حلقہ کے بزرگ رفیق سید محمد آزاد صاحب کا تھا۔ انہوں نے فرائض دینی کے جامع تصور پر گفتگو فرمائی۔ نماز ظہر اور کھانے کے بعد اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 60 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ اللہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔) (آمین)

مقامی تنظیم گوجرانوالہ کا اساتذہ کے لیے خصوصی پروگرام

مقامی تنظیم گوجرانوالہ کے تحت 27 ستمبر 2013ء کو دی ایجوکیٹر کالج کاموں کے میں کالج کے اساتذہ کے لیے خصوصی دعوتی پروگرام منعقد کیا گیا۔ کالج اساتذہ کی خواہش پر منعقدہ اس پروگرام کے ضمن میں مقامی تنظیم کے مبتدی رفیق راؤ طاہر نے خصوصی محنت کی۔ یہ پروگرام جمعہ کی صبح آٹھ تا دس بجے ہوا۔ موضوع تھا ''تعارف قرآن'' اور لیکچر دینے کی ذمہ داری بھی راؤ طاہر کی لگائی گئی۔ مدرس نے مدلل انداز میں ''تعارف قرآن'' کے موضوع پر گفتگو کی اور آخر میں شرکاء کے سوالوں کے جوابات بھی دیے۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء میں بانی محترمؒ کا کتابچہ ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' تقسیم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین (مرتب: حافظ محمد عاصم قاسم)

حلقہ لاہور غربی کے زیر اہتمام سہ ماہی اجتماع

حلقہ لاہور غربی کا سہ ماہی اجتماع 29 ستمبر 2013ء بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز وقت مقررہ پر نثار احمد خان کے درس قرآن سے ہوا۔ اُنہوں نے آیات قرآنی کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت و کردار پر گفتگو کی اور اُن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا۔ انہوں نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ زندگی کے ہر مرحلے میں توحید پر ثابت قدم رہے۔ وہ اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے میں ذرہ بھر نہ ہچکچائے۔ اس کے بعد امیر حلقہ کی ہدایت پر جناب عبدالخالق نے ''واقعہ قربانی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کردار اور رفقائے تنظیم کے لئے پیغام'' کے عنوان پر گفتگو کی۔ انہوں نے موثر انداز میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سیرت میں موجود تسلیم و رضا کی کیفیت کو واضح کیا اور تنظیم اسلامی کے رفقاء کی توجہ نظام العمل میں درج دس فرائض میں سے پہلے دو فرائض کی طرف دلائی۔ اس کے بعد حلقہ لاہور غربی کے ناظم دعوت محمود حماد نے گفتگو کی۔ اُنہوں نے رفقاء کی توجہ دعوت دینے کی طرف دلائی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حوالے سے یاد دہانی کرائی۔ حلقہ لاہور غربی کے ناظم تربیت محسن محمود نے عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت پر گفتگو کی اور مختلف احادیث کی روشنی میں عشرۂ ذی الحجہ کی اہمیت بیان کی۔ اُنہوں نے کہا کہ رمضان المبارک کے بعد سب سے زیادہ فضیلت کے دن یہی ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ مسلمانوں بالخصوص اسلام کی سربلندی کی جدوجہد کرنے والوں کو ان ایام میں زیادہ سے زیادہ نوافل اور ذکر واذکار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرنا چاہیے۔ رفقائے تنظیم کو نیکی کمانے کے لئے حریص ہونا چاہئے اور اس کا کوئی بھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔ پروگرام کے آخری مقرر امیر حلقہ لاہور غربی محمد جہانگیر تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ رفقائے تنظیم کا انفرادی نصب العین ''اللہ کی رضا اور جہنم سے نجات ہے''۔ غلبۂ دین کی جدوجہد آپ اس لئے کر رہے ہیں کہ اللہ راضی ہو۔ اُنہوں نے رفقاء سے کہا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے آپ کو اپنے دین کی خدمت کے لئے چن لیا ہے۔ اور آپ کو ایک عظیم مقصد کے لئے محنت کی توفیق ملی ہے۔ انہوں نے یاد دلایا کہ رفقاء صبح وشام اللہ کے کلام کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں۔ یہ فیول اسٹیشن ہے، جہاں سے انہیں فیول ملے گا۔ بغیر فیول کے آپ نہیں چل سکتے۔ آپ کو کم از کم اتنی عربی ضرور آنی چاہیے کہ قرآن مجید براہ راست سمجھ میں آجائے۔ یہ کوشش کریں کہ آپ نماز تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کریں۔ جونہی آذان کی آواز آئے، اپنا کام سمیٹ کر نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں، پھر یہ کہ انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ بقول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''جہاں تمہارا مال ہوگا وہیں تمہارا دل ہوگا۔'' نماز ظہر کی ادائی کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد یونس، معتمد تنظیم اسلامی حلقہ لاہور غربی)

اسرہ تونسہ شریف میں دعوتی پروگرام

حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد اُسرہ تونسہ شریف میں تنظیم اسلامی ملتان شہر کے رفقاء کا دو روزہ دعوتی وتربیتی پروگرام 5 اور 6 اکتوبر 2013ء کو منعقد ہوا۔ 5 اکتوبر کو ملتان سے 8 رفقاء ظہر کی نماز کے بعد تونسہ روانہ ہوئے اور ساڑھے پانچ بجے تونسہ میں نقیب مقامی اُسرہ رضا محمد گجر کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ چائے اور آرام کے بعد مغرب کا وقت ہو گیا۔ رفقاء نے مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی۔ بعد ازاں ایک رفیق نے اُسی مسجد میں درس قرآن دیا۔ ایک اور رفیق تنظیم نے ایک رفیق کے گھر پر درس دیا۔ بعد نماز عشاء بھی دو دروس ہوئے۔ ایک درس مسجد کٹانے والی میں جبکہ دوسرا مرکز جماعت اسلامی کی مسجد میں ہوا۔ رات کا قیام نقیب اسرہ کے گھر پر ہوا۔ اگلی صبح نماز فجر کے بعد معتمد تنظیم ملتان شہر محمد آصف نے جامع مسجد الحمد میں سورۃ الحج کے آخری رکوع کا درس دیا۔ درس میں تمام نمازی شریک ہوئے۔ محفل درس میں امیر جماعت اسلامی ضلع ڈی جی خان نے بھی شرکت کی۔ 8 بجے رفقاء اسرہ تونسہ کے ساتھ باہمی تعارف کی نشست میں ہوئی۔ 9 بجے جناب عبدالقدیر قریشی نے سورۃ بنی اسرائیل کے 5 ویں رکوع کا تفصیلی درس دیا۔ بعد ازاں محمد آصف نے مذاکرہ کرایا، جس میں منہج انقلاب نبویؐ کو اجاگر کیا گیا۔ ساڑھے بارہ بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ نماز ظہر اور کھانے بعد ہم واپس ملتان روانہ ہوئے۔ راستہ میں کوٹ ادو میں جام عابد حسین سے ملاقات کی۔ کوٹ ادو میں قرآن اکیڈمی زیر تعمیر ہے۔ ساڑھے پانچ بجے واپس ملتان پہنچے۔ تونسہ میں دروس کی ذمہ داری ادا کرنے والوں میں ناصر سلطان بھی شامل تھے جو ایک اسرہ کے نقیب ہیں۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

LOSING OUR RELIGION – (Part 2)

(Hajirah Khan)

In another narration, Sayyidna Usama bin Zayd, may Allah be pleased with him, says, "The Messenger of Allah – peace and blessings upon him – sent us to [fight] a group of people from the Juhayna tribe. I came across a person and was about to spear him, when he shouted, 'There is no deity but Allah.' [without paying any heed] I speared him and killed him. When I returned and informed the Prophet, he said, 'You killed him even though he testified that there is no deity but Allah?' I said, 'O Messenger of Allah, he did that only to save himself.' He asked, 'Why did you not split his heart [to verify your assumption]?'" (Bukhari, Muslim). Commentators claim that the last part of the narration expresses a tone of censure and indignation. Sayyidna Usama offers a perfectly logical justification for killing the man. But the Prophet condemns the act by saying that if the tribesman had made the declaration of shahadah, who were you to mock the authenticity or the validity of his declaration by killing him? Did you tear open his heart to verify if he was telling the truth? So even if the tribesman said the shahadah, in the very last minute of his life, who were you to judge? This narration shows us that faith is a choice made by the heart, and it is the heart, the qalb-e saliim, that can vouch for its truth.

If Allah has therefore made our other fellow ummatis declare the shahadah, if most of us by sheer accident of birth have been born into Muslim households, who are we to judge the state of anyone else's heart? Before we are quick to judge – making the slip from righteousness to self-righteousness – we should remember that faith was given to us by Allah in the first place: whether by making us being born into families whose forefathers were fortunate enough to take up the faith, or by making us get in touch with that one inspiring book, lecture, person, or incident that moved us enough to get back to the faith. We all are reverts, in one way or the other. And this reversion of heart was nothing but an endowment from Allah. We didn't do anything to deserve this endowment. It was Allah's choice for us. And we must remember also that Ibliis was the right-hand man, long, long ago. His devotion and worship was unprecedented. As was his slip from righteousness to self-righteousness: *I am better than him. From being "Taoous al Malaikah"* – the Pride of the Angels – he literally descended to the level of being "Rajiim" – the Disgraced. The pride and plume of the peacock – the literal meaning of the word 'Taoous' – his hubris, was the very reason behind the disobedience, and the concomitant and consequent disgrace. We too should be aware of this narcissistic tendency lest we lose the glory of Guidance and Grace given to us, and become disgraced and misguided. Why do we forget that we all take our time to get to what WE believe is immaculate faith. So why the rush to make the "lesser" others revert with a wink of an eye or a raise of an eyebrow? Why the smugness that our faith is so immaculate that we challenge the faith of another?

A contention now might rightly arise about the commandment in our deen to Command Good and Forbid Wrong. How can one just stay quiet when s/he can see a fellow believer blatantly in error? Is that not selfish that you are in a state of salim satisfaction and you let others suffer in their ignorance? The real concern should be to remember:

O you who believe! Let not a group scoff at another group, it may be that the latter are better than the former… How bad is it, to insult one's brother after having Faith [i.e. to call your Muslim brother (a faithful believer) as: 'O sinner,' or 'O wicked']. And whosoever does not repent, then such are indeed Zalimun (wrong-doers) [49:11]

Clearly, such condescending attitude has no place in the deen. If one admittedly believes, then s/he cannot and should not be belittled by another. Forbidding wrong and commanding good is all-good. But the way it is done today, the demeanor in which it is conducted is problematic. We are so quick to label the other person as "misguided",

"sinner", "deviant", and as we do that, we are reflexively comparing ourselves with the other. What we are essentially saying is this: you are not as guided as I am. Therefore you are misguided. And I am oh-so-well-guided. We project our preferences for others, meaning good, but we really mean to feel empowered. This polemical and often belligerent approach needs to be corrected. For those of us who subscribe to such a demeanor are being narcissistic about their belief. Ironically, we sought to correct someone's faith; however, the attempt was not really to correct. But simply to feel good about the tenacity of our own faith. And during this whole process, we ended up making the other question their faith, and by looking at the face of religion that we are putting up so proudly, we have made the subject who was put under our omniscient microscope lose faith in religion, and in their self – even if it's just a bit. Interestingly, even when Sayyidna Musa and Harun – peace upon them – were sent by Allah to correct Fir'aun, they were categorically asked to speak gently to him:

Go, both of you, to Fir'aun, verily, he has transgressed.

And speak to him with gentle speech that perhaps he may be reminded or fear [Allah]. [20:43-44]

Prophets were being told to speak gently and not to get combative with a tyrant like Fir'aun. We need to exercise greater caution, care and comfort in how we deal with others whose hearts we are seeking to win over. Several narrations from the Prophet – peace and blessings upon him – focus on the same idea: care and concern for fellow believers. This narration from Sayyidna 'Abdullah bin 'Umar cannot be emphasized enough:

The Prophet of Allah – peace and blessings upon him – said, "The perfect Muslim is that from whose tongue and hand another Muslim is safe." [Bukhari, Muslim]. It would be instructive to note that the words used for 'safe' in actual text of the narration are 'salima', and the mention of the tongue precedes that of the hand.

We are living in an age and time in which the easiest and most expedient thing to do is set yourself apart from the rest. In one way or the other, we are being compelled to focus on our differences. And this focus is doing nothing more but making the Muslim world and all its voices divisive and defiantly defensive. In the finality of the final analysis, what matters now is that Muslims really need to engage with Islam at a personal level, and focus on what unites us as Muslims – not what separates us. The hackneyed saying that Islam is perfect, Muslims are not is awfully trite, but also awfully true. Islam is correlated with clichés like terrorism, extremism, conservatism. Hardly anyone talks about the face of Islam which is caring and comforting. No one talks about Islam and love, Islam and care, Islam and peace, perhaps because Muslims are showing none to each other. Charity, really begins at home. We are just comfortable with our own self-celebration. And, like pretty much everything else, even Muslims are picking petty battles of power. That really was not the point of Islam and its spread. The goal of Islam – the ultimate and immaculate Favor of Allah – was to spread peace through submission. If Islam is the Favor of Allah, and this submission is to Him alone, then why the fuss?

Allah has not put for any man two hearts inside his body...[33:4]

Narcissist was condemned to become a flower only after he stooped so low in his self-love. He deluded himself into believing that he alone mattered, he alone was enough. His desperate attempt to love his own image brought about his own downfall. Shaytan had the same fate. As did Fir'aun. As did Bani Israeel. As do Muslims now. Rooted in narcissism is arrogance. And arrogance was the first wrong which could never set things right again. And from it rippled the whole pool of what we call wrong.

In Islam, like in love, there is no room for self-love. Either you love Allah, or you love another – and in most cases, you love your 'self'. The heart can just house One Love. No other. And all of us who claim to be Muslims, who claim to believe and be faithful to our faith, have already made that precious claim to love no other but Him.